رفع الیدین

تارکین و مانعین رفع الیدین

☆ دلائل ☆ تجزیہ ☆ تحقیق

حصہ دوم

تالیف

الشیخ محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ

ترتیب و تدوین

ام محمد شکیلہ قمر صاحبہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

رفع الیدین

تارکین ومانعینِ رفع الیدین

☆دلائل ☆تجزیہ ☆تحقیق

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

نشر وتوزیع

توحید پبلیکیشنز

بنگلور (انڈیا)

کتاب .... تارکین ومانعینِ رفع الیدین

تالیف .... فضیلۃ الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

طبع اوّل .... 1439ھ....2018ء

تعداد 1000

ناشر .... توحید پبلی کیشنز، انڈیا

ہندوستان میں ملنے کے پتے

1-Tawheed Publications
Contact:Mr.M.R.Khan,S.R.K.Garden,
Phone# 9900446193
BENGALURU-560 041
2-Islamic Information Centre,
Opp Jai Bharath Real Estate
#141, 3rd Main, Kousar Nagar,
RT Nagar PO,
BENGALURU - 560 032
984528 9298; 80 2333 9298
www.iicblr.in; info@iicblr.in
3-Islam World
No. 35, Haines road,
Fraser Town,
Near AKS Convention Centre,
Phone#9900102210,
9620250026
BENGALURU-560 005
4-Dar us Salaam
Hanif Ahmed Wani
Phone#9419748245
SRINAGAR-(J.K)

1- توحید پبلیکیشنز
رابطہ: محمد رحمت اللہ خان، ایس آر کے گارڈن،
فون: ۹۹۰۰۴۴۶۱۹۳
بنگلور۔ ۵۶۰ ۰۴۱

2- اسلامک انفرمیشن سنٹر
نمبر: ۱۴۱، تھرڈ مین، کوثر نگر
آر۔ ٹی۔ نگر پوسٹ آفس۔
بنگلور۔ ۵۶۰ ۰۳۲

3- اسلام ورلڈ
نمبر ۳۵، ہینز روڈ، فریزر ٹاؤن،
نزد اے۔ کے۔ ایس کنونشن سینٹر،
فون: ۹۹۰۰۱۰۲۲۱۰، ۹۶۲۰۲۵۰۰۲۶
بنگلور۔ ۰۰۵ ۵۶۵

4- دارالسلام کشمیر
حنیف احمد وانی، فون: ۹۴۱۹۷۴۸۲۴۵
سری نگر۔ (جموکشمیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں

جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ گفتنی

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ، وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. **أما بعد:**

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم ترین رکن نمازِ پنج گانہ ہے، جس کو مسنون طریقے سے ادا کرنا ضروری ہے، کیوں کہ صحیح بخاری شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ))[1]

"تم اس طرح نماز پڑھو، جس طرح نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھے دیکھا ہے۔"

ہمیں اس مسنون اور صحیح طریقۂ نماز اور اس کے متعلقات کو قدرے مفصل اور مدلل طور پر جمع کرنے اور پھر اسے ریڈیو متحدہ عرب امارات، ام القیوین کی اردو سروس سے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے، جسے افادۂ عام کے لیے ہماری دخترِ عزیز اُمِ محمد شکیلہ قمر۔سلّمہا اللہ۔ نے ۷۸۶ قسطوں پر مشتمل اس طویل پروگرام میں سے چیدہ چیدہ موضوعات کو الگ الگ کتابوں کی شکل دے دی ہے۔

یہ "مسئلہ رفع الیدین" بھی انھی میں سے ایک ہے، جس کا ایک حصہ شائع ہو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣١)

چکا ہے، جو قائلین و فاعلینِ رفع الیدین کے دلائل پر مشتمل ہے اور یہ دوسرا حصہ زیرِنظر ہے، جس میں تارکین و مانعینِ رفع الیدین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے، نیز عزیزہ ۔سلّمہا اللہ۔ نے طہارت و نماز کے احکام و مسائل پر مشتمل مفصّل کتاب "فقه الصلاة" کی بعض جلدوں کو مکمل طور پر بھی مرتب کر دیا ہے اور بعض کی ترتیب میں شرکت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کتاب "فقه الصلاة" کو تکمیل و طباعت کے تمام مراحل سے گزار کر لوگوں کے لیے ذریعۂ استفادہ و ہدایت بنائے اور ہمارے نامۂ اعمال میں اسے ثبت فرما کر ہماری نجات کا ذریعہ اور دنیا و آخرت میں فوز وفلاح کا باعث بنائے۔ آمین

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہماری دخترِ عزیز ۔سلّمہا اللہ۔ کو توفیقِ مزید سے نوازے اور اس کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

نیز مولانا غلام مصطفیٰ فاروق، حافظ شاہد محمود، برادرم محمد رحمت اللہ خان (ایڈووکیٹ)، جناب شاہد ستار (انجینئر) اور دیگر جن برادرانِ اسلام نے بھی اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی بھی طرح شرکت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے جان و مال اور علم و اعمال میں برکت فرمائے۔ آمین

جَزَاهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

الخبر ۔ الحکمۃ الکبریٰ	ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
۱۴۳۵/۳/۲۰ھ	ترجمان سپریم کورٹ الخبر و داعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ
۲۰۱۴/۱/۲۱ء	والارشاد بالدمام والراکہ والخبر
	(سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تارکین ومانعینِ رفع الیدین

☆دلائل ☆تجزیہ ☆تحقیق

ترتیبِ موضوع کا فوری محرک:

یورپی ممالک بلکہ عالم اسلام کے انتہائی معیاری اور مایۂ ناز پرچہ ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' برمنگھم (برطانیہ) جلد (۱۳) کے آٹھویں شمارے (بابت ماہِ شعبان و رمضان ۱۴۱۳ھ بمطابق جنوری وفروری ۱۹۹۳ء) میں قارئین کے خطوط والے صفحہ پر برمنگھم کے جناب شیر بہادر صاحب کا ایک خط شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے پہلے اپنے لیے مسلکِ اہلِ حدیث کو قبول کرنے اور مسئلہ رفع الیدین کے بارے میں بعض احناف سے گفتگو کے واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' کے مدیر، مدیرِ مسئول، ان کے معاونین، نیز مولانا ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) اور مولانا عبد الکریم صاحب ثاقب (برمنگھم) کی توجہ اس طرف دلائی تھی کہ رفع الیدین کے موضوع پر قائلین و مانعین ہر دو کے دلائل پر ایک مفصل مضمون پہلے ''صراطِ مستقیم'' میں شائع کیا جائے اور پھر اُسے کتابی شکل میں چھاپ کر بھی عام کیا جائے۔ چناں چہ مکتوب نگار کی خواہش پر ہم نے مسئلۂ رفع الیدین کے بارے میں جانبین کے دلائل پر مشتمل اپنا یہ مضمون مرتب کروا کر پرچے کو بھیج دیا، جو دراصل ہماری ریڈیائی تقاریر تھیں۔[1]

[1] واقعتاً یہ مضمون نصفِ اوّل تک پرچے میں قسط وار شائع بھی ہوا، مگر پھر وہاں کے بعض مقامی اسباب کے پیشِ نظر اس کی اشاعت روک دی گئی۔

رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے یا کسی بھی قعدے سے کھڑے ہوکر ہاتھ باندھتے وقت رفع الیدین کرنے کے بارے میں دو معروف مسلک ہیں:

① ایک ان لوگوں کا جو اِن مواقع پر بھی رفع الیدین کرنے کو سنتِ ثابتہ و غیر منسوخہ سمجھتے ہیں۔

② دوسرا اُن لوگوں کا جو اِن مقامات پر رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں۔

آیندہ سطور میں تارکین و مانعین کے دلائل کا جائزہ پیش کیا جائے گا، جبکہ قائلین و فاعلینِ رفع یدین کے دلائل اور متعلقہ مسائل ہم اس سے پہلے الگ ایک مستقل کتاب میں ذکر کر چکے ہیں اور وہ شائع بھی ہو چکی ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ مِنْهُ الْقُبُوْلُ.

تارکین و مانعینِ رفع یدین:

ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ والی رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔ وہ رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کے شروع والی رفع یدین کو نہیں مانتے تھے اور صرف ابن القاسم کی روایت والے قدیم قول کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک تھا، لیکن آخری قول کی رو سے وہ بھی قائلینِ رفع یدین میں سے ہو گئے تھے، جیسا کہ پہلے حصے میں تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔[1]

عالمِ اسلام کے بڑے بڑے مراکز مدینہ، حجاز، یمن اور شام کے تمام علماے کرام، اکثر اہلِ عراق و اہلِ بصرہ اور اکثر اہلِ خراسان بھی رفع یدین کے قائل تھے۔[2] فقہاے کوفہ میں سے امام ابنِ مبارک رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا بھی یہی عمل تھا،

[1] نیز دیکھیں: التمهيد لابن عبد البر (٩/ ٢١٣)

[2] جزء رفع اليدين للإمام السبكي (ص: ٩٥)

البتہ بعض دوسرے فقہاے کوفہ مثلاً امام ابراہیم نخعی، شعبی، اسود اور ابو اسحاق سبیعی رحمہم اللہ رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔[1]

مانعین کے دلائلِ حدیث:

مانعینِ رفع یدین نے بھی اپنے مسلک کی تائید کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث، بعض خلفا و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے آثار اور چند ائمہ وفقہا کے اقوال پیش کیے ہیں، جن میں سے تمام ضروری امور ہم یکے بعد دیگرے پیش کر رہے ہیں۔ آیئے پہلے اُن احادیث و روایات کو دیکھیں، جو اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں:

پہلی دلیل:

جزء رفع الیدین بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داود، سنن نسائی، مسند شافعی، شرح السنۃ بغوی، صحیح ابن حبان، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، مسند حمیدی اور التمہید لابن عبدالبر میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ رَافِعِيْ أَيْدِيْنَا فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مَا بَالُهُمْ رَافِعِيْنَ أَيْدِيَهِمْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ))[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، جبکہ ہم نماز میں اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انھیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ سرکش گھوڑوں کے

[1] التحقيق الراسخ للمحدّث گوندلوی (ص: ٩٦)

[2] صحيح مسلم (٢/ ٤/ ١٥٢) الإحسان ترتيب صحيح ابنِ حبّان (٥/ ١٩٧، ١٩٩) سنن البيهقي (٢/ ١٨١) التمهيد (٩/ ٢٢١) سنن أبي داود (٣/ ٢٩٩، ٣٠٠) سنن النسائي مع التعليقات السلفية (١/ ١٥٥، ١٥٦) صحيح ابنِ خزيمة (١/ ٣٦١) شرح السنّة للبغوي (٣/ ٢٠٦، ٢٠) الفتح الربّاني ترتيب مسند أحمد (٤/ ٤٢، ٤٤) مسند الشافعي (١/ ٩٢) مسند الحميدي (ص: ٢٥٧)

دُموں کی طرح اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔نماز میں پُرسکون رہا کرو۔"

اس حدیث سے رکوع سے قبل و بعد والے رفع یدین کی ممانعت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اس سے استدلال صحیح نہ ہونے کی وجوہات:

یہ حدیث صحیح مسلم اور دوسری کتب میں ہونے کی وجہ سے سند کے اعتبار سے تو صحیح ہے، لیکن مختلف فیہ رفع یدین کے خلاف اس حدیث سے استدلال کئی وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے:

پہلی وجہ:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث کے اس سیاق میں اگرچہ تشہد و سلام کا ذکر نہیں ہے، لیکن صحیح مسلم سمیت دیگر کتبِ حدیث میں یہ حدیث دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے، جس میں مذکور ہے کہ تشہد کے آخر میں سلام پھیرتے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہاتھوں سے بھی دائیں بائیں سلام کا اشارہ کرتے تھے اور اسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے سے تشبیہ دی تھی، چناں چہ اسی حدیث کے دوسرے سیاق میں ہے:

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ اِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَلَامَ تُوْمِئُوْنَ بِأَيْدِيْكُمْ؟ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، اِنَّمَا يَكْفِيْ أَحَدَكُمْ أَنْ يَّضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ، ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى أَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ))

"ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو دونوں طرف "السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ" کہتے وقت اپنے ہاتھوں سے بھی

اشارہ کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے کی طرح اشارے کیوں کرتے ہو؟ تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہی اپنے دائیں اور بائیں والے بھائی کو سلام کہو۔''

ایک روایت میں ہے:

صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَکُنَّا اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَیْدِیْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، فَنَظَرَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا شَأْنُکُمْ تُشِیْرُوْنَ بِأَیْدِیْکُمْ کَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ، إِذَا سَلَّمَ أَحَدُکُمْ، فَلْیَلْتَفِتْ اِلٰی صَاحِبِهٖ وَلَا یُوْمِئُ بِیَدِهٖ)) [1]

''میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہم جب سلام پھیرتے تھے تو السلام علیکم کہتے ہوئے ہاتھوں کو بھی ہلاتے تھے۔ نبی مکرم ﷺ نے ہمیں ایسے کرتے دیکھا تو فرمایا: ''کیا بات ہے، تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اپنے ہاتھوں کو کیوں ہلاتے ہو؟ جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو [چہرے سے] اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو، لیکن ہاتھوں سے اشارہ نہ کرے۔''

صحیح مسلم اور دیگر کتب والی ان روایات یا اس حدیث کے اس سیاق سے معلوم ہوا کہ پہلی روایت اسی دوسری مفصل روایت کا اختصار ہے، جو دراصل سلام پھیرتے وقت والے ہاتھوں کے اشارے کی ممانعت ہے نہ کہ رکوع سے قبل و بعد والے رفع یدین کی۔ یہی وجہ ہے کہ محدثینِ کرام رحمہم اللہ نے ان احادیث کو قیام نہیں، بلکہ سلام کے ابواب میں وارد کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم (٢/ ٤/ ١٥٣، ١٥٤) وغیرہ کتبِ سابقہ.

1- امام بخاری رحمہ اللہ:

رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے اس مختصر سیاق سے ترکِ رفع یدین یا ممانعتِ رفع یدین پر استدلال کرنے کو اہلِ علم کی شان کے منافی قرار دیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

”فَأَمَّا اِحْتِجَاجُ مَنْ لَا يَعْلَمُ بِحَدِيْثِ ...جَابِرٍ... مَا لِيْ أَرَاكُمْ ...اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِي التَّشَهُّدِ لَا فِي الْقِيَامِ كَانَ يُسَلِّمُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ رَفْعِ الْأَيْدِيْ فِي التَّشَهُّدِ، وَ لَا يَحْتَجُّ بِهَا مَنْ لَهٗ حَظٌّ مِنَ الْعِلْمِ، هٰذَا مَعْرُوْفٌ مَشْهُوْرٌ لَا خِلَافَ فِيْهِ أَنَّهٗ اِنَّمَا كَانَ فِيْ حَالِ التَّشَهُّدِ“

”اب رہا معاملہ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث کا، جس میں ہے کہ ”میں تمھیں سرکش گھوڑوں کے دُم ہلانے کی طرح ہاتھ ہلاتے دیکھ رہا ہوں، نماز میں پرسکون رہا کرو۔“، یہ حدیث تشہد میں [بوقتِ سلام] ہاتھ ہلانے کے بارے میں ہے، جبکہ لوگ باقاعدہ ہاتھوں سے ایک دوسرے کو سلام کہتے تھے، تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں یوں ہاتھ ہلانے سے منع فرمایا۔ جسے علم سے کچھ بھی تعلق ہے، وہ اس سے [ممانعتِ رفع یدین پر] استدلال و احتجاج نہیں کرسکتا۔ یہ مشہور و معروف بات ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ تشہد کے وقت اشارے کی بات ہے۔“

آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَلَوْ كَانَ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ لَكَانَ رَفْعُ الْأَيْدِيْ فِيْ أَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ وَأَيْضاً تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدِ مَنْهِيّاً عَنْهَا لِأَنَّهٗ لَمْ يَسْتَثْنِ رَفْعاً دُوْنَ رَفْعٍ“

”اگر اس سے مراد معروف رفع یدین ہی ہوتی، جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو

پھر تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ والی اور عیدین کی تکبیراتِ زوائد والی رفع یدین بھی ممنوع ہوتی، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس میں کسی رفع یدین کا استثنا نہیں کیا ہے۔''

اس سے آگے اس مختصر سیاق کا وہ مفصل سیاق بھی بہ سند بیان کر دیا ہے، جس میں سلام پھیرنے کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے اور انھیں سلام کے ساتھ ہی دائیں بائیں پھیرنے کی صراحت بھی موجود ہے اور لکھا ہے:

''فَلْیَحْذَرْ أَمْرُءٌ أَنْ یَّتَقَوَّلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا لَمْ یَقُلْ''

''پس اس بات سے آدمی کو ڈرنا چاہیے کہ نبی مکرم ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کر دے، جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی ہے۔''

پھر انھوں نے یہ ارشادِ الٰہی نقل کیا ہے:

﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [النور: ٦٣][1]

''جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ اس کی پاداش میں وہ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں یا پھر انھیں دردناک عذاب میں نہ مبتلا کر دیا جائے۔''

2- امام مسلم رحمہ اللہ:

صحیح مسلم میں امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے ایسے ہی مقام پر وارد کیا ہے، جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ معاملہ سلام کے ساتھ اشارے کا ہے، نہ کہ مسنون رفع یدین کا۔

[1] جزء رفع الیدین للإمام البخاري (ص: ٥٣، ٥٤)

3- امام نووی رحمہ اللہ :

صحیح مسلم کی شرح میں اس حدیث پر امام نووی رحمہ اللہ نے یوں تبویب کی ہے:

”بَابُ الْأَمْرِ بِالسُّكُوْنِ فِي الصَّلَاةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَ رَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ“

یعنی اس بات کا بیان کہ نماز میں پُرسکون رہنے کا حکم ہے اور سلام پھیرتے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے اور انھیں اٹھانے کی ممانعت ہے۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم ہی میں لکھا ہے کہ ممنوع رفع یدین سے یہاں مراد وہ رفع یدین ہے، جو وہ سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو بھی دونوں طرف پھیرا کرتے تھے، جیسا کہ دوسری روایت ہی میں صراحت آ گئی ہے۔[2]

”المجموع شرح المهذّب“ میں تو امام نووی رحمہ اللہ نے بڑے سخت انداز سے لکھا ہے:

”أَمَّا حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فَاحْتِجَاجُهُمْ بِهٖ مِنْ أَعْجَبِ الْأَشْيَاءِ، وَأَقْبَحِ أَنْوَاعِ الْجَهَالَةِ بِالسُّنَّةِ، لِأَنَّ الْحَدِيْثَ لَمْ يَرِدْ فِي رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ، وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهِمْ فِي حَالَةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَيُشِيْرُوْنَ بِهَا إِلَى الْجَانِبَيْنِ، وَيُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَنِ الْجَانِبَيْنِ، وَهٰذَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ وَمَنْ لَهٗ أَدْنٰى اِخْتِلَاطٌ بِأَهْلِ الْحَدِيْثِ“[3]

---

[1] صحيح مسلم مع شرح النووي (٢/ ٤/ ١٥٢)

[2] صحيح مسلم مع شرح النووي (٢/ ٤/ ١٥٣)

[3] المجموع شرح المهذّب (٣/ ٣٧٢)

''ان کا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے [ممانعتِ رفع یدین پر] استدلال کرنا تعجب انگیز اشیا میں سے اور علومِ سنت سے جہالت کی بدترین مثال ہے، کیوں کہ یہ حدیث رکوع والی رفع یدین کے بارے میں وارد ہی نہیں ہوئی، بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو ہلانے کے بارے میں ہے کہ وہ بہ وقتِ سلام ہاتھوں سے بھی دائیں بائیں اشارہ کرتے تھے، تاکہ اپنے دائیں اور بائیں والے نمازی کو سلام کریں اور اس کے ممنوع ہونے میں اہلِ علم حدیث کے مابین اور ان سے معمولی میل جول رکھنے والوں کے مابین بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

4- امام ابو داود رحمہ اللہ:

امام ابو داود نے اسے ''بَابٌ فِي السَّلَامِ'' میں وارد کیا ہے، جہاں مسائلِ سلام کا ذکر ہے، نہ کہ رکوع و قیام کا اور پھر اسی باب میں دوسری روایات بھی وارد کی ہیں، جن میں باقاعدہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنے کا ذکر بھی آیا ہے، چناں چہ سنن ابو داود کی دوسری روایت میں ہے:

((كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمَ أَحَدُنَا أَشَارَ بِيَدِهِ مَنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمَنْ عَنْ يَسَارِهٖ))[1]

''جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو سلام پھیرتے وقت اپنے دائیں بائیں ساتھی کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ بھی کرتے تھے۔''

اس کے آگے آپ ﷺ کا وہ ارشادِ گرامی ہے، جس میں اس رفع یدین کو سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور آگے وہ تیسری روایت بھی اسی مفہوم کی لائے ہیں، جس میں سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنے کا ذکر ہے۔

[1] سنن أبي داود مع العون (٣/ ٢٩٩، ٣٠٠)

5- امام نسائی رحمہ اللہ:

سنن نسائی میں امام رحمہ اللہ صاحب نے اس حدیث کو "بَابُ مَوْضِعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ السَّلَامِ" (سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو رکھنے کی جگہ کا بیان) اور "بَابُ السَّلَامِ بِالْيَدَيْنِ" (ہاتھوں کے ساتھ سلام پھیرنے کے بیان) میں وارد کیا ہے۔[1]

6- امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

"بَابُ الزَّجْرِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ يَمِيناً وَّشِمَالًا عِنْدَ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ"[2]

''نماز کے دوران میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کرنے والوں کے لیے زجر و توبیخ اور ممانعت کا بیان۔''

7- امام بغوی رحمہ اللہ:

اسی طرح امام بغوی رحمہ اللہ نے "شرح السنّة" میں جب اس حدیث کو روایت کیا تو وہاں یوں تبویب کی ہے:

"بَابُ التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ"[3] ''نماز میں سلام پھیرنے کا بیان۔''

8- امام بیہقی رحمہ اللہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن کبریٰ میں اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے:

"بَابُ كَرَاهِيَةِ الْإِيمَاءِ بِالْيَدِ عِنْدَ التَّسْلِيمِ"[4]

''سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کے مکروہ ہونے کا بیان۔''

[1] سنن النسائي (١/ ١٥٥، ١٥٦)

[2] صحيح ابن خزيمة (١/ ٣٦١)

[3] شرح السنة (٣/ ٢٠٤)

[4] المنتقىٰ مع النيل ١/ ٢/ ٣٠٠)

9- علامہ المجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

علامہ المجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "منتقی الأخبار" میں اس حدیث کو وارد کیا ہے تو اس پر یوں تبویب کی ہے:

"بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الصَّلَاةِ بِالسَّلَامِ" [1]

"نماز سے خارج ہونے کے لیے سلام پھیرنے کا بیان۔"

10- امام ابن حبان رحمہ اللہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصراً بیان کرکے اور پھر مفصل روایت کو بیان کرنے سے پہلے یوں عنوان قائم کیا ہے:

"ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُقْتَضِي لِلَّفْظَةِ الْمُخْتَصَرَةِ الَّتِي تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهَا بِأَنَّ الْقَوْمَ إِنَّمَا أُمِرُوا بِالسُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِشَارَةِ بِالتَّسْلِيمِ دُونَ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ" [2]

"وہ حدیث جو ہم ذکر کر چکے ہیں، اس کی مقتضی حدیث کا ذکر، جس میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرنے سے منع کیا گیا تھا، نہ کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے سے۔"

اس سے آگے پھر انھوں نے صحیح مسلم کی طرح مفصل حدیث روایت کی ہے۔

11- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "التلخیص الحبیر" میں امام ابن حبان کا وہ قول

---

[1] سنن البیهقي (٢/ ١٨١)

[2] الإحسان ترتیب ابن حبّان (٥/ ١٩٩) تحفة الأحوذي (٢/ ١١٣) التلخیص الحبیر (١/ ١/ ٢٢١) عون المعبود (٣/ ٣٠١) المرعاة (٢/ ٢٥٦)

نقل کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

”اِنَّ الْقَوْمَ اِنَّمَا أُمِرُوْا بِالسُّكُوْنِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِشَارَةِ بِالتَّسْلِيْمِ دُوْنَ الرَّفْعِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ“[1]

”صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سلام پھیرتے وقت پُرسکون رہنے کا حکم دیا گیا تھا، رکوع کے وقت رفع یدین سے منع نہیں کیا گیا تھا۔“

جبکہ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ کی تبویب بھی ذکر کی جا چکی ہے اور خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ نقل کر کے لکھا ہے:

”وَلَا دَلِيْلَ فِيْهِ عَلٰى مَنْعِ الرَّفْعِ عَلَى الْهَيْئَةِ الْمَخْصُوْصَةِ فِي الْمَوْضِعِ الْمَخْصُوْصِ وَهُوَ الرُّكُوْعُ وَالرَّفْعُ مِنْهُ، لِأَنَّهٗ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ... الخ“

”اس حدیث میں مخصوص مقام پر (رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت) مخصوص انداز کی رفع یدین کے ممنوع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث ایک طویل حدیث کا اختصار ہے۔“

12- علامہ احمد عبد الرحمٰن البنّا رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند اپنی مخصوص ترتیب رکھتی ہے، لیکن جب علامہ احمد عبد الرحمٰن البنّا نے اسے فقہی ابواب پر مرتب کیا اور اس کی شرح لکھی تو اس پر یوں عنوان قائم کیا:

”بَابُ حَذْفِ السَّلَامِ وَكَرَاهِيَةِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ مَعَهٗ“[2]

”سلام کو لمبا نہ کرنے اور ہاتھوں سے اشارے کے مکروہ ہونے کا بیان۔“

---

[1] التلخيص الحبير (١/ ٢٢١)

[2] الفتح الرباني (٤/ ٤٢)

13- علامہ ابن سیّد الناس رحمہ اللہ:

اسی سلسلے میں علامہ ابن سیّد الناس رحمہ اللہ نے "النفح الشذي شرح سنن الترمذي" میں لکھا ہے :

"أَمَّا حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ فَلَا تَعَلُّقَ لَهٗ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرِ، وَ لٰكِنَّهٗ ذُكِرَ لِلرَّدِّ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْ حَالَةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ، وَيُشِيْرُوْنَ بِهَا اِلَى الْجَانِبَيْنِ مُسَلِّمِيْنَ عَلٰى مَنْ حَوْلَهُمْ، فَنُهُوْا عَنْ ذٰلِكَ، وَقَدْ وَقَعَ صَرِيْحاً كَذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةٍ عِنْدَ مُسْلِمٍ"

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس میں تو ان لوگوں کا رد ذکر ہوا ہے، جو نماز میں بہ وقتِ سلام اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور اپنے ساتھ والوں کو سلام کرتے وقت اشارہ بھی کرتے تھے۔ انھیں اس اشارے سے منع کیا گیا۔ یہ بات صحیح مسلم میں صراحت سے بھی آگئی ہے۔"

اس سے آگے علامہ ابن سیّد الناس نے اس مختصر سیاق کی اصل یعنی مفصل حدیث بھی نقل کی ہے اور آگے امام بخاری کا وہ قول بھی نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے اس مختصر سیاق سے رفع یدین کی ممانعت پر استدلال کو اہلِ علم کی شان کے منافی قرار دیا ہے۔[1]

14- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ:

کبار علما میں سے ایک علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ بھی ہیں، انھوں نے اپنی معروف

[1] النفح الشذي شرح سنن الترمذي (٣/ ٢٢١، ٢٢٢) مخطوط بحواله زينة الصلاة مولانا عبد العزيز نورستاني (ص: ٢٠) وبحوالہ ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور (جلد: ١٦، شمارہ: ٤٤، بابت ١٧ رصفر ١٤٠٦ھ بمطابق یکم نومبر ١٩٨٥ء) مقالہ مولانا عبدالرحمٰن اللہ دتہ ذہبی۔

کتاب ”التمهيد لما في موطأ الإمام مالك من الأسانيد“ میں لکھا ہے:

”وَقَدْ اِحْتَجَّ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ لِلْكُوفِيِّيْنَ وَمَنْ ذَهَبَ مَذْهَبَهُمْ فِيْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ بِمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ)) هٰذَا لَا حُجَّةَ فِيْهِ لِأَنَّ الَّذِيْ نَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَيْرَ الَّذِيْ كَانَ يَفْعَلُهُ، لِأَنَّهُ مَحَالٌ أَنْ يَّنْهَاهُمْ عَمَّا سَنَّ لَهُمْ، وَ إِنَّمَا رَأَى أَقْوَاماً يَعْبَثُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ، وَيَرْفَعُوْنَهَا فِيْ غَيْرِ مَوَاضِعِ الرَّفْعِ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَكَانَ فِي الْعَرَبِ الْقَادِمِيْنَ وَالْأَعْرَابِ مَنْ لَا يَعْرِفُ حُدُوْدَ دِيْنِهِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا، وَبُعِثَ ﷺ مُعَلِّماً، فَلَمَّا رَآهُمْ يَعْبَثُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ فِي الصَّلَاةِ، نَهَاهُمْ، وَأَمَرَهُمْ بِالسُّكُوْنِ فِيْهَا، وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ هٰذَا الْبَابِ فِيْ شَيْءٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ“ [1]

”بعض متاخرین نے فقہائے کوفہ اور ان کے ہم خیال علما کے لیے اس حدیث سے حجت لی ہے، جس میں امام احمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہے کہ میں تمھیں سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے کی طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں پُرسکون رہا کرو۔“ اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ جس چیز سے آپ ﷺ نے انھیں روکا، وہ ایسا کام نہیں تھا، جو آپ ﷺ خود کرتے تھے، کیوں کہ یہ محال ہے کہ آپ ﷺ ایک کام خود ان کے لیے سنت قرار دیں اور اُسی سے منع

[1] التمهيد (٩/ ٢٢١۔ ٢٢٢ طبع مراكش)

کریں۔ دراصل آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بے موقع فضول اٹھاتے تھے، اس سے آپ ﷺ نے منع کیا۔شہری اور بدوی عربوں میں ایسے لوگ بھی تھے، جو دین کی حدود کو اچھی طرح نہیں جانتے تھے، خصوصاً بعض احکامِ نماز و غیرہ اور نبی کریم ﷺ معلّم بنا کر مبعوث فرمائے گئے تھے، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہ لوگ نماز میں ہاتھوں کو عبث ہلاتے ہیں تو انھیں سکون کے ساتھ رہنے کا حکم فرما دیا اور یہ ممانعت مسئلۂ رفع یدین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہے۔

علماے احناف کا اعتراف

1- امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو سلام کے باب ہی میں ذکر کیا ہے۔[1]

2- علامہ علی متقی رحمہ اللہ:

علامہ علی متقی ہندی نے ”کنز العمّال“ (۷/ ٤٨١، ٤٨٢، ٤٨٣) پر اسے ایسی ہی تبویب کے تحت وارد کیا ہے:

”بَابُ مَنْعِ الْاِشَارَةِ بِالْيَدِ وَقْتَ السَّلَامِ“[2]

”سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ممانعت کا بیان۔“

3- علامہ ابو الحسن سندھی رحمہ اللہ:

علامہ ابو الحسن سندھی حنفی رحمہ اللہ نے حاشیہ سنن نسائی میں لکھا ہے:

((رَافِعِي أَيْدِينَا)) أَيْ بِالسَّلَامِ، وَ لِذَا عَقَّبَهُ بِالرِّوَايَةِ الثَّانِيَةِ، وَالْمَقْصُودُ النَّهْيِ مِنَ الْاِشَارَةِ بِالْيَدِ عِنْدَ السَّلَامِ، وَلَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الرَّفْعِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ، وَلِذٰلِكَ قَالَ النَّوَوِيُّ: اَلْاِسْتِدْلَالُ بِهِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الرَّفْعِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ جَهْلٌ قَبِيحٌ ... قَدْ صَحَّ وَثَبَتَ الرَّفْعُ عِنْدَ

---

[1] شرح معاني الآثار للطحاوي.

[2] كنز العمّال (٧/ ٤٨١، ٤٨٣)

الرُّکُوْعِ وَ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ ثُبُوْتاً لَا مَرَدَّ لَهٗ، فَيَجِبُ حَمْلُ هٰذَا اللَّفْظَ عَلٰى خُصُوْصِ الْمَوْرِدِ تَوْفِيْقاً وَدَفْعاً لِلتَّعَارُضِ.[1]

''سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے، اسی لیے امام نسائی اس کے بعد دوسری روایت لائے ہیں اور مقصود سلام پھیرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے، اس میں رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی ممانعت پر استدلال بدترین جہالت ہے، جبکہ صحیح حدیث سے رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا اس طرح ثابت ہے کہ اس سے فرار کی کوئی راہ ہی نہیں ہے، لہٰذا اس مختصر حدیث کو مخصوص موقع پر ہاتھ ہلانے کی ممانعت پر محمول کرنا واجب ہے، تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق ہو جائے اور تعارض رفع ہو جائے۔''

4- شیخ عابد سندھی رحمہ اللہ:

شیخ عابد سندھی حنفی رحمہ اللہ نے ''المواهب اللطيفة'' میں لکھا ہے:

''أَمَّا حَدِيثُ: ((مَا لِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ ... الخ)) فَلَا يَلِيْقُ الْاِسْتِدْلَالُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ نَفْيِ الرَّفْعِ فَافْهَمْ''[2]

''[کیا بات ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں] ان الفاظ والی حدیث سے رفع یدین کی نفی پر استدلال صحیح نہیں، اس بات کو سمجھیے۔''

---

[1] حاشیه سنن النسائي (ص: ١٧٦) بحواله التحقيق الراسخ (ص: ١٠٧) المرعاة (٢/ ٢٥٦، ٢٥٧) جزء رفع الیدین گھرجاکھی (ص: ١٩٤، ١٩٥)

[2] المواهب اللّطيفة بحواله المرعاة (٢/ ٢٥٧)

5- مولانا امیر علی رحمہ اللہ:

علمائے احناف میں سے ایک عالم مولانا امیر علی رحمہ اللہ ہیں، جو ہدایۃ اور فتاویٰ عالمگیری کے مترجم بھی ہیں، انھوں نے حاشیہ صحیح مسلم میں لکھا ہے:

"أَجْمَعَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى هٰذَا التَّأْوِيلِ، وَالسَّلَامُ مِنْ تَتِمَّةِ الصَّلَاةِ، وَنَازَعَ بَعْضُ النَّاسِ فِيهِ فَقَالَ: بَلْ هٰذَا النَّهْيُ عَنْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ، فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ تَقْبِيحاً بَعْدَ تَشْرِيعٍ بِلَا تَقْدِيمِ النَّهْيِ" [1]

"محدثینِ کرام کا اس تاویل پر اتفاق ہے اور سلام پھیرنا نماز کا تتمّہ ہے۔ بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور کہا ہے کہ یہ ممانعت تو رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے۔ [اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے] تو یہ ایک بات کو مشروع قرار دے کر اس کی ممانعت کیے بغیر اسے بُرا قرار دینے کے مترادف ہے [جو مقامِ نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے]۔"

نیز ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا کرتا، گویا مولانا امیر علی رحمہ اللہ نے اس نہی سے بہ وقتِ سلام ہاتھ اٹھانے یا ہلانے کی نہی پر محدثینِ کرام کا اجماع نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی تسلیم کیا ہے۔

المختصر ان تمام ائمہ وفقہائے احناف اور محدثینِ کرام کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی مختصر حدیث دراصل مفصل حدیث کا اختصار ہے، جو تعدّدِ رُواۃ و طُرق کا نتیجہ ہے اور اس کا تعلق سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلانے کی ممانعت سے ہے نہ کہ مسنون رفع یدین کی ممانعت سے، لہٰذا اس حدیث سے ممانعتِ رفع یدین پر استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔

---

[1] حاشیۃ صحیح مسلم (۱/ ۱۸۲) بحوالہ المرعاۃ (۲/ ۲۵۷) و التحقیق (ص: ۱۰۱)

دوسری وجہ:

اس حدیث سے ترکِ رفع یدین پر استدلال کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ممنوع رفع یدین کو گھوڑوں کے دُمیں ہلانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش اور صاحبِ بصیرت و بصارت اس بات سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ گھوڑا اپنی دُم کو دائیں بائیں حرکت دیتا ہے اوپر نیچے نہیں، لہٰذا اس ممنوع رفع یدین سے مراد ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنے کی ممانعت ہے اور وہ وہی ہوسکتی ہے، جو سلام پھیرتے وقت تھی، کیونکہ رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کے شروع والی رفع یدین میں ہاتھوں کو دائیں بائیں نہیں، بلکہ اوپر کو اٹھایا جاتا ہے اور یہ رفع یدین تو خود نبی کریم ﷺ، خلفا و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جمہور اہلِ علم سے ثابت ہے، لہٰذا اس حدیث کو بنیاد بنا کر نسخ جیسی بات کا نبی کریم کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح نہیں، بلکہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول ”جو بات نبی مکرم ﷺ نے نہیں کہی، اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا ہے۔“

کسی ایسی اَن کہی بات کی نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کرنے سے گریز کرنا چاہیے، تاکہ خلاف ورزی کی پاداش میں کہیں فتنے اور عذابِ الیم میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ نَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَافِیَةَ.

اتحادِ واقعہ:

محدثینِ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث دراصل ایک ہی واقعہ ہے، البتہ اس کی بعض روایات میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل جو تعددِ طُرق اور کثرتِ رواۃ کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے، جس کی اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، مثلاً:

① حدیثِ سہو میں اختلاف ہے۔ صحیح بخاری (مع الفتح: ١/ ٥٦٥، ٣/ ٩٦ عن أبي هريرة) میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا اور صحیح مسلم (مع النووي: ٣/ ٥/ ٧٠ عن عمران) میں ہے کہ تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ ایک میں ہے کہ سلام پھیر کر آپ ﷺ مسجد کے سامنے ایک درخت کے سوکھے تنے کے پاس جا کھڑے ہوئے اور دوسری میں ہے کہ اپنے حجرۂ مبارکہ میں چلے گئے۔

ان روایات میں اگرچہ بہ ظاہر تعارض و اختلاف ہے اور ظاہر بین تو ایسا اختلاف دیکھ کر تعدّد کا حکم صادر فرما دیں گے، لیکن اہلِ تحقیق محدثین نے دقتِ نظر سے کام لیتے ہوئے اسے ایک ہی واقعہ شمار کیا ہے اور ایسے مواقع پر بُعدِ نظر کا تقاضا بھی ترجیح یا موافقت و مطابقت ہوتا ہے، نہ کہ تعدّد و نسخ، چناں چہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیثِ سہو کے سلسلے میں اس واقعہ کے ایک ہی ہونے کو ترجیح دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"هٰذَا صَنِيعُ مَنْ يُوَحِّدُ حَدِيثَ أَبِي هُرَيْرَةَ بِحَدِيثِ عِمْرَانَ وَهُوَ الرَّاجِحُ فِي نَظَرِي"[1]

''جو اہلِ علم حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمران رضی اللہ عنہما والی احادیث کو ایک ہی واقعہ سے متعلق شمار کرتے ہیں، ان کا یہی طریقہ ہے اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔''

آگے لکھا ہے کہ اگرچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ جیسے بعض اہلِ علم نے ان دونوں طرح کی احادیث کو الگ الگ واقعہ قرار دیا ہے، کیونکہ سیاق الگ الگ ہے، لیکن یہاں موافقت و مطابقت بہ آسانی ممکن ہے، جس کے لیے معمولی مناسبت بھی کافی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

---

[1] فتح الباري (٣/ ١٠٠)

”طَرِيقُ الْجَمْعِ يُكْتَفٰى فِيهَا بِأَدْنٰى مُنَاسَبَةٍ“[1]

”جمع و تطبیق کے لیے معمولی مناسبت بھی کفایت کر جاتی ہے۔“

آگے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جمع و تطبیق کی وہ مناسبات بھی ذکر کی ہیں، جن کی بنا پر اِن روایات پر مشتمل واقعے کو ایک ہی شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ محض تعدّدِ رواۃ کی وجہ سے الفاظ میں کمی بیشی واقع ہوئی ہے اور اسے تو علامہ شوق نیموی رحمہ اللہ حنفی نے بھی ایک ہی واقعہ مانا ہے۔[2]

۲ ایسی ہی ایک مثال اور بھی صحیح بخاری میں موجود ہے۔ ”كِتَابُ الْجِهَادِ، بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ“ میں اور ”كِتَابُ الْمَغَازِيْ، بَابُ قَتْلِ كَعْبِ ابْنِ الْأَشْرَفِ“ میں یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ہے، پہلی جگہ امام بخاری کے استاد قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ ہیں اور دوسری جگہ علی بن مدینی رحمہ اللہ ہیں۔ پہلی جگہ مذکور ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جا کر کہا کہ اس نبی نے ہمیں مشکلات میں مبتلا کر رکھا ہے اور ہم سے صدقہ دینے کا بھی کہتا ہے اور اس کا انجام دیکھنے تک اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہیے، یوں انھوں نے اسے باتوں باتوں میں پھنسا لیا اور قتل کر دیا۔

”فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتّٰى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ“[3]

”وہ اس سے باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ اس پر قابو پا لیا اور اسے قتل کر دیا۔“

مقامِ اول پر یہ حدیث اور واقعہ مختصر ہے، جبکہ مقامِ ثانی پر طویل حدیث میں مفصّل واقعہ ہے اور اس میں یوں مذکور ہے کہ اس سے قرض کا مطالبہ کیا، دوبارہ آنے

---

[1] فتح الباري (٣/ ١٠٠)

[2] دیکھیں: التحقيق الراسخ (ص:٩٨)

[3] صحيح البخاري (٦/ ١٥٨۔ ١٥٩)

کا وعدہ کیا اور پھر رات کو آئے تو ساتھ اُس کے رضاعی بھائی ابو نائلہ کو بھی لے آئے، پھر کعب کے بالوں کی خوشبو سونگھنے کے بہانے اس پر قابو پا لیا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا:

"فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُوْنَكُمْ، فَقَتَلُوْهُ"[1]

"جب انھوں نے اس پر قابو پالیا تو فرمایا: پکڑ لو، تب انھوں نے اسے قتل کر ڈالا۔"

اب ظاہر ہے کہ کعب بن اشرف تو صرف ایک ہی مرتبہ قتل ہوا تھا، جسے قائلینِ رفع یدین اور مانعینِ رفع یدین سبھی مانتے ہیں۔ ان دونوں روایات کے سیاق میں جو فرق ہے، وہ دراصل تعدّدِ رواۃ کی وجہ سے ہے اور جب تعدّدِ رواۃ کی وجہ سے ان دو اور ایسے ہی دیگر واقعات میں سیاق و الفاظ کی کمی بیشی کے باوجود اتحادِ واقعہ کو قبول کر لیا جاتا ہے تو پھر حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک ہی واقعہ کے مختصراً اور مفصلاً مذکور ہونے کو ماننے میں کیا استحالہ ہے۔ یہی عالَم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واقعۂ بیعِ شتر میں بھی ہے۔

بہ صورتِ دیگر اگر اسے ایک واقعہ نہ مانا جائے اور علی وجہ التنزّل مان لیا جائے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الگ الگ سیاق میں دو الگ الگ واقعات آئے ہیں، تب بھی اس ممنوع رفع یدین سے مراد صرف وہی رفع یدین ہو سکتی ہے، جو گھوڑوں کے دُمیں ہلانے کے مشابہ ہو، یعنی ہاتھوں کو دائیں بائیں اٹھانے اور پھیرنے والی اور رکوع سے قبل و بعد والی رفع یدین اس کے مشابہ نہیں ہے، کیوں کہ اس میں دونوں ہاتھوں کو اوپر کی جانب اٹھایا جاتا ہے۔

تیسری وجہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی مختصر حدیث سے نسخِ رفع یدین پر استدلال کے صحیح نہ

[1] صحیح البخاري (۷/ ۳۳۶۔ ۳۳۷)

ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ صحیح مسلم والی اس حدیث کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ اوائلِ ہجرت کا زمانہ ہے، جس کی دلیل اسی حدیث کے بعد والے الفاظ ہیں، چناں چہ ''نماز میں پر سکون رہا کرو'' کے بعد والے حصے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَآنَا حِلَقاً، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عِزِيْنَ؟ قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ: أَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَصُفُّ الْمَلآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْأُوَلَ وَ يَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ''[1]

''پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ہمیں مختلف گروہوں کی شکل میں دیکھا تو فرمایا: ''کیا بات ہے میں تمھیں گروہ گروہ [متفرق] کیوں دیکھ رہا ہوں؟'' پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: ''تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اللہ کے سامنے صفیں بناتے ہیں؟'' ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! فرشتے اللہ کے سامنے کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ پہلے آگے والی صفیں مکمل کرتے ہیں اور صف کے درمیان خالی جگہ نہیں چھوڑتے۔''

حدیث کے وہ الفاظ جن میں مذکور ہے کہ اس وقت تک صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ابھی ٹھیک طرح سے صفیں بنانا بھی نہیں سیکھے تھے، ان سے پتا چلتا ہے کہ یہ حدیث اوائلِ ہجرت کی ہے اور اس وقت جس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے، وہ سکون فی الصلاۃ کے منافی بہ وقتِ سلام والی رفع یدین ہی ہوسکتی ہے اور یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ ایسی شدید تشبیہ دینے کے بعد خود نبی ﷺ بھی وہ کام کریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی وہی کام

[1] ....

کرتے رہے ہوں، جبکہ اس حقیقت کو جھٹلانا کسی کے بس میں نہیں کہ خود نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ۹رہجری کے زمانے میں بھی رفع یدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کے تحت تفصیل اس کتاب کے حصہ اول میں دی گئی ہے۔ اس سے بھی بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رفع یدین وہ مراد ہے، جو نماز میں سکون کے منافی ہے اور وہ ہے سلام کے وقت ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنا، رکوع والی رفع یدین ہرگز مراد نہیں ہوسکتی، کیوں کہ وہ تو اس واقعہ کے نو سال بعد بھی نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی مختصر و مفصل دونوں طرح کی روایات میں واقعہ ایک ہی ہے۔[1]

بعض شبہات کا ازالہ:

1. اگر اس حدیث کو عام رفع یدین کی ممانعت کے لیے مطلقاً لیا جائے تو پھر بقولِ امام بخاری رحمہ اللہ ساتھ ہی تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ والی رفع یدین بھی ممنوع ہو جائے گی اور دُعاے قنوت کے وقت والی رفع یدین، اسی طرح نمازِ عیدین کی تکبیراتِ زوائد کے ساتھ والی رفع یدین بھی اس کی زد میں آئے گی، حالانکہ مانعین ان مقامات پر رفع یدین کے قائل ہیں۔ اب یہ کہہ دینا کہ عیدین اور قنوت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اُس رفع یدین میں اختلاف منقول نہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ ممانعت کا تعلق ان نمازوں سے نہیں ہے، تو پھر یہ کہنے میں کیا قباحت ہے کہ رکوع والی رفع یدین بھی ممنوع رفع یدین کا فرد نہیں ہے؟ ورنہ پھر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے جواز پر کیوں متفق ہوتے اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ

---

[2] التحقيق الرّاسخ (ص: ١٠٤، ١٠٥) جزء رفع اليدين (ص: ٥٣، ٥٤)

متنازع فیہ رفع یدین ممنوع رفع یدین کا فرد نہیں ہے، ممنوع کوئی اور شے ہے۔

۲ اگر کوئی کہے کہ تکبیرِ تحریمہ والی رفع یدین نماز سے باہر ہے، لہٰذا متنازع فیہ رفع یدین کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ایسا بدترین فعل جس کی تشبیہ نبی اکرم ﷺ نے سرکش گھوڑوں کے دُموں سے دی ہو، وہ صرف نماز کے اندر ہی نہیں نماز کے قریب بھی نا جائز ہوتا ہے۔ اس کی مثال کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تو وضو کے بعد ایک لغو حرکت ہونے کی وجہ سے تشبیک یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سنن ابو داود، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُم فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِداً اِلٰى الْمَسْجِدِ، فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَاِنَّهُ فِي الصَّلَاةِ)) [1]

”جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرلے، پھر مسجد جانے کے ارادے سے نکلے تو اسے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہیں ڈالنا چاہیے، کیوں کہ وہ شخص اب نماز [کے حکم] میں ہے۔“

صحیح ابن حبان، مسند احمد اور بعض دیگر کتبِ حدیث میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالے بیٹھا تھا کہ نبی ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا

((يَا كَعْبُ! إِذَا كُنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا تُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِكَ فَأَنْتَ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتَ الصَّلَاةَ)) وَاللَّفْظُ لِأَحْمَدَ وَلِابْنِ

[1] مشكاة المصابيح (١/ ٣١٤) علامہ البانی رحمہ اللہ نے شواہد کی بنا پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحيح الترغيب للألباني (١/ ١٩١)

حِبَّانَ نَحْوَهٗ.[1]

”اے کعب رضی اللہ عنہ! جب تم مسجد میں ہو تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں مت ڈالو، کیونکہ جب تک تم نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوگے، نماز [کے حکم] میں ہو گے۔“ یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور ابن حبان کے الفاظ بھی انھی سے ملتے جلتے ہیں۔

طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ لِلصَّلَاةِ فَلَا يُشَبِّكْ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ))[2]

”تم میں سے جب کوئی شخص نماز کے لیے وضو کرے تو پھر اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں نہ ڈالے۔“

مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ اور سنن دارمی میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، كَانَ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى يَرْجِعَ، فَلَا يَقُلْ هٰكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ))[3]

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضو کرے، پھر مسجد میں آئے تو وہ واپس گھر لوٹ جانے تک نماز ہی میں ہے، اُسے ایسے نہیں کرنا چاہیے اور [یہ دکھانے کے لیے] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔“

سنن ابو داود، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد والی مذکورہ پہلی حدیث کو نقل

[1] صحيح الترغيب و الترهيب أيضاً.

[2] صحيح الجامع الصغير للألباني (١/ ١/ ١٨١) و سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني (٣/ ٢٨٣)

[3] صحيح الترغيب (١/ ١٩٠۔ ١٩١) صحيح الجامع (١/ ١/ ١٨١) سنن الدارمي (١/ ٣٤٨، سلسلة الأحاديث الصحيحة (٣/ ٢٨٤)

کرکے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

”وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حِبَّانَ، وَفِي إِسْنَادِهِ اخْتِلَافٌ، ضَعَّفَهُ بَعْضُهُمْ بِسَبَبِهِ، وَرَوَىٰ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ بِلَفْظِهِ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَإِنَّ التَّشْبِيكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَزَالُ فِي الصَّلَاةِ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ)) وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعِيفٌ وَمَجْهُولٌ“[1]

”اسے ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، جبکہ اس کی سند میں اختلاف ہے، جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اسے ایک دوسرے انداز سے بھی روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو وہ انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے، کیوں کہ یہ شیطانی فعل ہے اور تم میں سے کوئی جب تک مسجد میں رہے، نماز ہی میں شمار ہوگا، یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل نہ جائے“ لیکن اس کی سند میں ایک راوی ضعیف اور ایک مجہول ہے۔“

شواہد وغیرہ کی وجہ سے مجموعی طور پر یہ حدیث صحیح ہے، اگر چہ ابن ابی شیبہ کی اور بعض دوسری اسانید میں انفرادی طور پر کلام وضعف پایا جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا مراجع و مصادر سے پتا چلتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن المنیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ممانعتِ تشبیک والی اِن احادیث اور جوازِ تشبیک سے متعلق احادیث کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ جواز کا پتا دینے والی احادیث میں تشبیک کسی بات کو عملی طور پر کرکے دکھا کر سمجھانے کے لیے واقع ہوئی ہے، تا کہ سامنے والے کے دل میں بات اچھی طرح بیٹھ جائے، جب کہ ممانعت والی احادیث میں اس

[1] فتح الباري (١/ ٥٦٦)

تشبیک سے روکا گیا ہے، جو محض بطورِ عبث ہو اور کاہلی و سستی کا نتیجہ ہو۔[1]

اب اندازہ فرمائیں کہ نماز ابھی دور ہے، محض وضو کر کے آدمی گھر سے مسجد کی طرف نماز کے لیے نکلے تو اسے حکم ہے کہ وہ انگلیوں میں تشبیک نہ کرے اور اس کے لیے تو نبی اکرم ﷺ نے اتنے شدید و سخت الفاظ بھی ارشاد نہیں فرمائے، جو اس کی قباحت کا اس حد تک پتا دیں، جس قدر قباحت گھوڑوں کے دُموں سے تشبیہ دیے گئے فعل میں ہے۔ جب اتنی سخت وعید کے باوجود بھی تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ رفع یدین جائز ہے اور وہ ممنوع رفع یدین نہیں ہے تو پھر رکوع والی رفع یدین کو غیر ممنوع ماننے میں کیا امرِ مانع ہے؟

۳ اگر کوئی کہے کہ سلام کے وقت ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنا نماز میں شمار ہی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تو نماز سے فراغت کا وقت ہوتا ہے۔ تو یہ بات بھی صحیح نہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دوسری طرف سلام پھیر لینے تک آدمی نماز ہی میں ہوتا ہے۔ سلام کے وقت آدمی کا نماز ہی میں ہونا احادیث میں وارد ہے، مثلاً مسند احمد میں ہے:

((مَا بَالُ الَّذِينَ يَرْمُونَ بِأَيْدِيهِمْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ؟))[2]

''ان لوگوں کو کیا ہوا ہے، جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح ہلاتے ہیں، جیسے سرکش گھوڑے اپنی دُمیں ہلاتے ہیں؟''

مسند احمد ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْمُونَ بِأَيْدِيهِمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، أَلَا

---

[1] فتح الباري (١/ ٥٦٦) دیکھیں: ''فقه الصلاة''، احکامِ طہارت، جلد اوّل، و آدابِ مساجد و احکامِ لباس، جلد دوم۔

[2] مسند أحمد (٥/ ١٠٢)

يَسْكُنُ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ؟))[1]

''ان لوگوں کو کیا ہوا ہے، جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے کی طرح ہلاتے ہیں؟ کیا تم سے نماز میں سکون سے نہیں رہا جاتا؟''

یہ دونوں روایتیں خاص سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ممانعت کا پتا دے رہی ہیں اور دونوں ہی میں ''فِي الصَّلَاةِ'' کا لفظ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر یوں تبویب کی ہے:

''بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ''

''نماز میں سلام پھیرنے کے بیان سے متعلق احادیث۔''

پھر اس کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث لائے ہیں، جس میں ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَّاحِدَةً))[2]

''نبی مکرم ﷺ نماز میں صرف ایک سلام پھیرنے پر [بھی] اکتفا کیا کرتے تھے۔''

یہ حدیث تو بقول علامہ البانی ضعیف اور ناقابلِ حجت ہے، لیکن اس پر امام ترمذی رحمہ اللہ کی تبویب اور روایتِ حدیث کے سیاق سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ان سب کے نزدیک سلام کو نماز میں سے شمار کیا جاتا ہے، ایسے ہی معجم طبرانی کبیر میں ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی کو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کرتے دیکھا تو اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ))[3]

---

[1] حواله سابقه.

[2] ضعيف سنن الترمذي للألباني (٢/ ١٨٨)

[3] تحفة الأحوذي (٢/ ١١٣) اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔

''نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہو جانے سے پہلے ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے۔''

گویا بہ وقتِ سلام ہاتھ اٹھانے کو بھی نماز میں ہاتھ اٹھانا شمار کیا گیا اور اس سے روکنے کے لیے بھی ''اُسْكُنُ فِي الصَّلَاةِ'' کہنا صحیح ہے۔

۴ اس طرح وہ اعتراض بھی بے جان ہوگیا، جس میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص سلام کے وقت ہاتھوں کو اٹھائے، اسے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز میں پُر سکون رہو، کیوں کہ وہ تو نماز سے خروج کا وقت ہے اور یہ طے پاگیا کہ وہ بھی نماز ہی میں ہوتا ہے، تا وقتیکہ دو طرفہ سلام سے فارغ نہ ہو جائے۔

بعض اہلِ علم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی دو الگ الگ روایات کو دو الگ الگ واقعات ثابت کرنے کے لیے بعض قرائن بھی ذکر کیے ہیں، جب کہ ان کی حیثیت و حقیقت بھی بالکل اُسی طرح ہے، جس طرح کے شبہات ہم نے ابھی ذکر کیے ہیں اور اِن قرائن کے صحیح و برمحل نہ ہونے کا مختصر تذکرہ سابقہ سطور میں بھی آچکا ہے، لہٰذا یہاں ہم اُسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل مطلوب ہو تو وہ ''المرعاة شرح المشكاة'' (۲/ ۲۵۷۔ ۲۶۰ طبع المكتبة الأثرية سانگلہ ہل شیخوپورہ) اور ''التحقيق الراسخ في أنّ أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ'' حضرت محدّث گوندلوی رحمہ اللہ (ص: ۱۰۵۔ ۱۰۷ طبع دار الدعوة السّلفیہ لاہور) کا مراجعہ کرلے۔

دوسری دلیل:

تارکین رفع یدین کی دوسری اہم ترین دلیل وہ حدیث ہے، جو جزء رفع الیدین امام بخاری، سنن ابی داود، ترمذی و نسائی، مسندِ احمد، مسندِ حمیدی اور محلّی ابن حزم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ)) وَفِي لَفْظٍ: ((وَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ)) وَفِي النِّسَائِي: ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ))[1]

''کیا میں تمھیں نبی کریم ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھی، مگر آغاز والی ایک مرتبہ کے سوا رفع یدین نہیں کی۔ ایک روایت میں ہے: ''وہ پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے تھے، پھر دہراتے نہیں تھے۔'' نسائی شریف کے الفاظ ہیں: ''انھوں نے اولاً رفع یدین کی، پھر نہیں کی۔''

اس دلیل کا جواب:

یہ حدیث مختلف فیہ ہے اور کئی وجوہات کی بنا پر اس سے ترکِ رفع یدین پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

پہلا جواب:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف قرار دی گئی ہے۔

1- امام ابن حبان رحمہ اللہ:

اس حدیث کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''هٰذَا أَحْسَنُ خَبَرٍ رُوِيَ لِأَهْلِ الْكُوفَةِ فِي نَفْيِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ،

[1] جزء رفع اليدين (ص: ٥٠، ٥١) سنن أبي داود (٢/ ٤٤٦) سنن الترمذي (٢/ ١٠٣) سنن النسائي (١/ ١/ ١٢٣) مسند أحمد (١/ ٢٤٤) الفتح الرباني (٣/ ١٦٨) محلّٰى ابن حزم (٤/ ٨٨) مسند الحميدي (ص: ٢٠١) رقم الحديث (٧٤٤)

أَضْعَفُ شَيْئٍ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ لِأَنَّ لَهٗ وُجُوهاً تُبْطِلُهٗ... الخ“[1]

”اہلِ کوفہ کے لیے رکوع والی رفع یدین کی نفی میں روایت کی جانے والی یہ سب سے عمدہ روایت ہے، جبکہ درحقیقت یہ بھی ضعیف ترین چیز ہے، جس پر، بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں، جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔“

وہ کون سی وجوہات ہیں، جو اسے باطل قرار دیتی ہیں؟ ان کا ذکر بھی آگے چل کر آ جائے گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰه.

2- امام ابو داود رحمہ اللہ:

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے:

”وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ“[2]

”[یہ ایک طویل حدیث کا اختصار ہے] اور یہ اِن الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔“

امام ابو داود رحمہ اللہ کا یہی قول علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ”التمهيد شرح موطأ الإمام مالك“ میں، امام خطیب تبریزی نے مشکاۃ شریف میں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”التلخيص الحبير“ میں اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے ”نيل الأوطار“ میں نقل کیا ہے۔[3]

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ قول بلاشبہہ امام ابو داود رحمہ اللہ ہی کا ہے اور بعض مطبوعہ نسخوں میں اس کے نہ آنے سے اس کے انکار کی کوئی گنجایش نہیں نکلتی،

---

[1] التلخيص الحبير (١/ ١/ ١٢٢)

[2] سنن أبي داود (٢/ ٤٤٨)

[3] مشكاة المصابيح (١/ ٢٥٤) التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢) نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٢) تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٤)

جیسا کہ صاحبِ نور العینین نے کوشش فرمائی ہے، خصوصاً جب کہ سنن ابو داود کے شارح علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ”عون المعبود“ میں لکھا ہے:

”وَاعْلَمْ أَنَّ هٰذِهِ الْعِبَارَةَ مَوْجُوْدَةٌ فِيْ نُسْخَتَيْنِ عَتِيْقَتَيْنِ عِنْدِيْ، وَ لَيْسَتْ فِيْ عَامَّةِ نُسَخِ أَبِيْ دَاوٗدَ الْمَوْجُوْدَةِ عِنْدِيْ“ [1]

”ذہن میں رہے کہ یہ عبارت میرے پاس موجود دو قدیم نسخوں میں موجود ہے، جبکہ میرے پاس ہی موجود دوسرے عام نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔“

بعض نسخوں میں اس قول کے موجود نہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں، جن کے تذکرے سے ہم یہاں صرفِ نظر کر رہے ہیں، البتہ آگے چل کر حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے تحت مانعین کے دلائل کے آخر میں انھیں ذکر کریں گے۔ اِن شآء اللّٰہ.

3- امام بخاری رحمہ اللہ:

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس روایت کو جس مفصل حدیث کا اختصار قرار دیا ہے، غالبًا اُسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلکہ اسے باسند بیان کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلَاةَ فَقَامَ وَكَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَكَعَ فَطَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدًا، فَقَالَ: صَدَقَ أَخِيْ، أَلَا بَلْ كُنَّا نَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أُمِرَ بِهٰذَا يَعْنِيْ الْإِمْسَاكَ بِالرُّكَبِ)) [2]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، پھر وہ کھڑے ہوئے، تکبیر کہی اور

---

[1] عون المعبود (٢/ ٤٤٩)

[2] جزء رفع اليدين (ص:٥١)

رفع یدین کی، پھر رکوع کیا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرکے انھیں اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا، ان کے اس فعل کی خبر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ تو انھوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ آغازِ اسلام میں ہم اسی طرح کیا کرتے تھے، پھر گھٹنوں کو پکڑنے کا حکم ملا۔"

ان الفاظ سے یہ حدیث جزء رفع الیدین کے علاوہ سنن النسائي مع التعليقات السلفية (۱/ ۱/ ۱۲۳) سنن الدارقطنی (۱/ ۱/ ۳۳۹)، منتقیٰ ابن الجارود (۱۹٦) اور صحيح ابن خزيمة (۱/ ۳۰۱) میں بھی ہے۔ امام دارقطنی نے تو اس حدیث کے بارے میں کہا ہے:

"هٰذَا اِسْنَادٌ ثَابِتٌ صَحِيْحٌ" "یہ سند ثابت و صحیح ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں:

"هٰذَا الْمَحْفُوْظُ عِنْدَ أَهْلِ النَّظَرِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ"[1]

"اہلِ نظر کے نزدیک حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے محفوظ الفاظ یہی ہیں۔"

گویا زیرِ بحث حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک شاذ ہے اور یہ محفوظ حدیث صحيح مسلم (مع النووي: ۳/ ۵/ ۱۵۔ ۱۸)، سنن أبي داود (مع العون: ۳/ ۱۱۸۔ ۱۲۰) سنن النسائي (مع التعليقات السلفية: ۱/ ۱/ ۸۳۔ ۸٤) صحيح ابن حبان (الإحسان: ۵/ ۱۹۲۔ ۱۹۳ و ۲۰۰۔ ۲۰۲) السنن الكبرىٰ للبيهقي (۲/ ۸۳)، مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۲٤۵۔ ۲٤٦) شرح معاني الآثار للطحاوي (۱/ ۲۲۹) صحيح أبي عوانة (۲/ ۱٦٤۔ ۱٦۵) اور مسند أحمد (۱/ ٤۱٤، ٤۵۱،

[1] حوالہ سابقہ۔

٤٥٥، ٤٥٩) میں بھی ہے، وہاں بعض جگہ کافی مفصل ہے اور دو مقتدیوں کی صورت میں جماعت کراتے وقت ان کے انھیں اپنے دائیں بائیں کھڑا کرنے کا ذکر بھی ہے، جب کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والے یہ دونوں مسئلے ہی منسوخ ہو چکے ہیں۔ اب بہ وقتِ رکوع دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے ما بین رکھنا اور امام کا دو مقتدیوں کو دائیں بائیں کھڑا کرنا مکروہ ہے اور اسی پر تمام علماے امت کا اجماع ہے، سوائے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے دو اصحاب علقمہ اور اسود رحمہما اللہ کے اور بقولِ امام نووی رحمہ اللہ (٣/ ٥/ ١٤۔١٥) انھیں ناسخ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ وَالْعِصْمَةُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ.

غرض کہ امام ابنِ حبان، امام ابو داود اور امام بخاری رحمہم اللہ نے اسے ضعیف اور شاذ و معلول قرار دیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مختصر روایت کو مفصل حدیثِ تطبیق کا اختصار قرار دیتے ہوئے حدیثِ تطبیق کو محفوظ قرار دیا ہے اور مختصر روایت کو لاکر جس میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے، اس کو روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً))[1]

''میں تمھیں نبی اکرم ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی، جس میں صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کی۔''

اس حدیث کی ایک تاویل یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نماز کے شروع میں صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کی، عید کی طرح بار بار نہیں کی۔

4,5- امام یحییٰ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ:

اس مذکورہ تاویل کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث کے بعض

[1] ....

طُرق میں جو ''لَمْ یَعُدْ'' کے الفاظ آئے ہیں کہ ''انھوں نے پھر رفع یدین نہ کی۔'' انھیں امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ رحمہم اللہ نے شاذ قرار دیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ عَنْ یَحْیٰی بْنِ آدَمَ: نَظَرْتُ فِيْ کِتَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِیْسٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ لَیْسَ فِیْهِ: ثُمَّ لَمْ یَعُدْ''[1]

''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کی کتاب میں عاصم بن کلیب رحمہ اللہ کے طریق سے مروی حدیث دیکھی ہے، اس میں ''ثُمَّ لَمْ یَعُدْ'' کے الفاظ نہیں ہیں۔''

''لَمْ یَعُدْ'' کے الفاظ کے بغیر والی روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''فَھٰذَا أَصَحُّ، لِأَنَّ الْکِتَابَ أَحْفَظُ عِنْدَ أَھْلِ الْعِلْمِ لِأَنَّ الرَّجُلَ یُحَدِّثُ بِشَيْءٍ، ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْکِتَابِ، فَیَکُوْنُ کَمَا فِي الْکِتَابِ''[2]

''یہ صحیح تر ہے، کیونکہ اہلِ علم کے نزدیک کتاب میں لکھی چیز زیادہ محفوظ ہوتی ہے، کیونکہ ایک آدمی کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور پھر وہ کتاب کی طرف مراجعت کرتا ہے تو وہ بیان کردہ حدیث کو لکھی ہوئی حدیث کے مطابق پاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے آخری الفاظ شاذ و معلول ہیں اور ان کے بغیر اس حدیث کا معنی زیادہ سے زیادہ یہ بنتا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ شروع میں رفع یدین کی اور آگے ساری نماز کی تفصیل ہی نہیں تو رکوع سے پہلے اور بعد والی رفع یدین کے نسخ کا ''استخراج'' کیسے ممکن ہے؟ جبکہ ان کی صحیح و

[1] جزء رفع الیدین (ص:٥٠)
[2] جزء رفع الیدین (ص:٥١)

محفوظ حدیث وہ ہے، جس میں رکوع کے ساتھ رفع یدین کا ذکر آیا ہے، جو ہم اس کتاب کے اول حصے میں قائلین رفع الیدین کے دلائل کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں۔

6- امام ابنِ مبارک رحمہ اللہ:

کبار ائمہ وفقہا میں سے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ اور امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ اپنی اپنی سنن میں ان کا قول روایت کیا ہے، جس میں امام ابنِ مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَدْ ثَبَتَ حَدِيْثُ مَنْ يَرْفَعُ، وَ ذَكَرَ حَدِيْثَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ، وَ لَمْ يَثْبُتْ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ بِأَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَرْفَعْ اِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ"[1]

"رفع یدین کرنے والوں کی حدیث ثابت ہے، پھر انھوں نے زہری رحمہ اللہ، سالم رحمہ اللہ اور ان کے والد [ابنِ عمر رضی اللہ عنہما] کی سند والی حدیث ذکر کی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ثابت نہیں ہے جس میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شروع میں ایک مرتبہ رفع یدین کی۔"

7- امام بزار رحمہ اللہ:

امام بزار نے بھی حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بارے میں کہا ہے:

"اِنَّهٗ لَا يَثْبُتُ، وَ لَا يُحْتَجُّ بِمِثْلِهٖ"[2]

---

[1] سنن الترمذي (٢/ ١٠٢۔ ١٠٣) سنن الدارقطني (١/ ١/ ٢٩٣) تهذيب السنن لابن القيّم مع العون (٢/ ٤٤٩)

[2] التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢) تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٤) المرعاة (٢/ ٣٢٣)

’’یہ ثابت نہیں ہے اور ایسی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔‘‘

8- امام دارقطنی رحمہ اللہ:

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں امام ابن المبارک کا وہ قول نقل کیا ہے، جسے ہم ان کے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو غیر ثابت قرار دیا ہے، پھر اس پر امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا ہے اور کوئی نقد و جرح نہیں کی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح و ثابت نہیں مانتے تھے۔[1]

9- امام ابو حاتم رحمہ اللہ:

کبار ائمہ نقد و جرح میں سے امام ابو حاتم رحمہ اللہ بھی ہیں۔ وہ بھی اس روایت کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا وَہم بتاتے ہیں، چناں چہ ان کے فرزندِ ارجمند ’’العلل‘‘ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بیان کردہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بارے میں اپنے والدِ گرامی سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

’’هٰذَا خَطَأٌ، يُقَالُ وَهِمَ فِيهِ الثَّوْرِيُّ، رَوَىٰ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَاصِمٍ جَمَاعَةٌ، فَقَالُوا كُلُّهُمْ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَكَعَ فَطَبَّقَ وَفَعَلَهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ))، وَ لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ‘‘[2]

’’یہ غلط ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں ثوری کو وَہم ہوا ہے۔ عاصم رحمہ اللہ سے اس حدیث کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور ان سب نے کہا ہے کہ

---

[1] سنن الدارقطني (١/ ١/ ٢٩٣) التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢)

[2] العلل لابن أبي حاتم (ص: ٩٦) نصب الراية للزيلعي (١/ ٣٩٦) التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢) تهذيب معالم السنن (٢/ ٤٤٩) التحقيق (ص: ١٠٨)

نبی اکرم ﷺ نے آغازِ نماز میں رفع یدین کی، پھر رکوع کیا تو تطبیق کی اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا اور کسی نے ثوری والے الفاظ بیان نہیں کیے۔"

امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا قول علامہ زیلعی رحمہ اللہ حنفی نے "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية" میں، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے "التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير" میں اور علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے "تهذيب السنن" میں نقل کیا ہے۔ امام ابو حاتم نے جس وہم کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے کہ امام احمد کے استاد یحییٰ بن آدم نے ابنِ ادریس کی کتاب دیکھی ہے، اس میں امام ثوری رحمہ اللہ والے الفاظ: "ثُمَّ لَمْ يَعُدْ" نہیں ہیں، جیسا کہ امام یحییٰ بن آدم، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمہم اللہ کا قول ہم ابھی ابھی ذکر کر چکے ہیں۔

10- امام عثمان دارمی رحمہ اللہ:

امام عثمان دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ؟ فَقَالَ: لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ"[1]

"میں نے اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا؟ انھوں نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔"

یاد رہے کہ یہ عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ ماہرِ علم رجال مورخ ہیں، یہ محدث امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن فضل بن بہرام صاحبِ سنن دارمی نہیں ہیں۔

11- امام یحییٰ بن محمد الذہلی رحمہ اللہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے "السنن الكبرىٰ" میں ان کا وہ قول نقل کیا ہے، جس

[1] تهذيب معالم السنن (٢/ ٤٥٠)

میں وہ کہتے ہیں:

"سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ : هٰذَا حَدِيْثٌ وَاهٍ"[1]

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: یہ بہت ہی کمزور حدیث ہے۔''

12- امام بیہقی رحمہ اللہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی "السنن الکبریٰ" میں لکھا ہے:

"لَمْ يَثْبُتْ عِنْدِي حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ"[2]

''میرے نزدیک حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث صحیح وثابت نہیں ہے۔''

13- امام ابن قیم رحمہ اللہ:

کبار ائمہ میں سے امام ابنِ قیم رحمہ اللہ نے "تهذيب معالم السنن" میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے چار الفاظ یا سیاق ہیں:

پہلے میں ہے: ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ))

''انھوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کی، پھر نہیں کی۔''

دوسرے میں ہے: ((فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً))

''انھوں نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین کی۔''

تیسرے میں ہے: ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ))

''انھوں نے پہلی مرتبہ رفع یدین کی۔''

اور چوتھے میں ہے: ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً))

''انھوں نے ایک مرتبہ رفع یدین کی۔''

---

1. بحواله سابقه.
2. سنن البيهقي (٣/ ٧٩)

اسی مقام پر علامہ ابن قیّم رحمہ اللہ نے کتنے ہی محدثینِ کرام کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، جنھوں نے اس روایت کو ناقابلِ حجت قرار دیا ہے، جن میں سے اکثر محدثین کرام کے اقوال ہم سابقہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔[1]

اسی طرح ہی علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی ایک قدرے چھوٹی لیکن اہم ترین کتاب "المنار المنیف في معرفة الصحیح و الضعیف" ہے، اس میں موصوف نے پچاس فصلوں میں وہ قواعد وضوابط ذکر کیے ہیں، جن سے دیکھا جاسکتا ہے کہ کون سی حدیث صحیح اور کون سی ضعیف ہے اور پھر ان قواعد کو تین چار سو احادیث کے ذریعے سے ذہن نشین کرایا ہے، جو بڑی مشہور ہیں، لیکن ضعیف وموضوع ہیں، اس کتاب کو شیخ محمود مہدی استانبولی نے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ مصر سے طبع کرایا ہے اور ان قواعد سے بعض احادیث کو اپنی تعلیق و حاشیے میں مستثنیٰ بھی قرار دیا ہے، جو صحیح یا حسن ہیں۔

اس کتاب کی ۴۷ فصل کے شروع میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انھی قواعد وضوابط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رکوع سے پہلے (اور بعد) والی رفع یدین کی ممانعت سے تعلق رکھنے والی جتنی بھی احادیث ہیں، وہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں ہے، پھر ان میں سے پہلی حدیث، بطورِ مثال انھوں نے یہی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی ذکر کی ہے، پھر چھے دیگر احادیث بھی لائے ہیں، جن میں سے پانچ مرفوع اور ایک موقوف اثرِ صحابی رضی اللہ عنہ ہے اور ان کا تذکرہ بھی اپنے اپنے موقع پر آجائے گا۔ ان شاء اللہ[2]

14- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے استاذ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں، انھوں نے

---

[1] تهذيب معالم السنن (٣/ ٤٤٩۔ ٤٥٠)

[2] دیکھیں: المنار المنيف لابن القيم بتحقيق محمود مهدى استانبولي (ص: ١٣٥، ١٣٦)

بھی اپنی کتاب "منهاج السنة" میں اس روایتِ زیرِ بحث کو بڑے سخت الفاظ کے ساتھ ضعیف و غیر صحیح قرار دیا ہے۔[1]

15- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی "التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير" میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے بارے میں کبار محدثین کے اقوالِ تضعیف نقل کیے ہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا، جو ان کے نزدیک بھی اس روایت کے نا قابلِ استدلال ہونے کا صاف اشارہ ہے۔[2]

16- امام نووی رحمہ اللہ:

امام نووی رحمہ اللہ نے "الخلاصة" میں کہا ہے:

"اِتَّفَقُوا عَلٰى تَضْعِيفِ هٰذَا الْحَدِيثِ"[3]

"اس حدیث کے ضعیف ہونے پر تمام محدثینِ کرام کا اتفاق ہے۔"

17- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"هُوَ مِنْ آثَارٍ مَعْلُوْلَةٍ ضَعِيفَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ"[4]

"یہ اہلِ علم حدیث کے نزدیک معلول وضعیف آثار میں سے ہے۔"

18- امام حمیدی رحمہ اللہ:

امام حمیدی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اس حدیث کو اس اضافے کے بغیر

[1] منهاج السنة (٤/ ١١٥) بحواله حاشيه جزء امام بخاري (ص: ٥٠)
[2] دیکھیں: التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢)
[3] بحواله المرعاة (٢/ ٣٢٣)
[4] دیکھیں: أبكار المنن (ص: ٢٠٣) التحقيق الراسخ (ص: ١١٦)

سفیان رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کر کے آخر میں سفیان رحمہ اللہ کا وہ قول بھی بیان کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے تو وہ اس اضافے کو روایت نہیں کرتے تھے، البتہ جب کوفے چلے گئے تو وہاں کے لوگوں نے انھیں یہ کلمات سکھلا دیے اور وہ انھیں بیان کرنے لگے تھے اور مجھے بتایا گیا کہ ان کا حافظہ خراب یا متغیر ہو گیا ہے۔[1]

اِن اٹھارہ کبار ائمہ ومحدثین کے اقوال سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث سند ومتن کے اعتبار سے معلول وشاذ اور ضعیف ہے، لہٰذا اسے نسخِ رفع یدین یا نسخِ استحبابِ رفع یدین کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا طریق:

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت ایک دوسرے طریق سے "الكامل في الضعفاء لابن عدي"، "السنن الكبرىٰ للبيهقي"، "سنن الدارقطني" اور "شرح معاني الآثار للطحاوي" میں بھی مروی ہے، جس میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ))[2]

''میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ آغازِ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرنے کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

---

[1] مسند الحميدي (ص: ۲۰۱) رقم الحديث (۷۲٤ طبع اہلحدیث ٹرسٹ کراچی، بہ تصحیح مولانا خالد سلفی گھرجاکھی)

[2] سنن البيهقي (۲/ ۷۹) سنن الدارقطني (۱/ ۱/ ۲۹۵) یہ الفاظ انہی کے ہیں۔ نصب الراية (۱/ ۳۹٦ و حاشیه، ص: ۱۱٦) التلخيص (۱/ ۱/ ۲۲۲)

اس سند کی استنادی حیثیت:

① اس حدیث کو روایت کر کے خود امام دارقطنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"تَفَرَّدَ بِهٖ مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، وَكَانَ ضَعِيفاً، عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ، وَغَيْرُ حَمَّادٍ يَرْوِيهِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ مُرْسَلًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ فِعْلِهٖ غَيْرَ مَرْفُوعٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ الصَّوَابُ"[1]

"اسے روایت کرنے میں محمد بن جابر متفرد ہے اور حماد عن ابراہیم کے طریق سے بیان کرنے میں وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا دوسرے محدثین اسے ابراہیم کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا فعل بیان کرتے ہیں نہ کہ نبی اکرم ﷺ کا عملِ مبارک اور یہ [ان کا اپنا فعل ہونا] ہی صحیح تر ہے۔"

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "التلخيص الحبير" میں اس طریق کے بارے میں لکھا ہے:

"أَمَّا طَرِيقُ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ فَذَكَرَهَا ابْنُ الْجَوْزِيُّ فِي الْمَوْضُوعَاتِ، وَقَالَ عَنْ أَحْمَدَ: مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ لَا شَيْئٌ وَلَا يُحَدِّثُ عَنْهُ اِلَّا مَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنْهُ"

"محمد بن جابر کا طریق ابن الجوزی رحمہ اللہ نے "الموضوعات" میں ذکر کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: محمد بن جابر کسی کام کے نہیں اور ان سے بیان کرنے والے ان سے بھی بدتر ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"وَقَدْ بَيَّنْتُ فِي [الْمُدْرَجِ] حَالَ هٰذَا الْخَبَرِ بِأَوْضَحٍ مِنْ هٰذَا"[2]

---

[1] بحواله سابقه.

[2] التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢)

”اپنی کتاب ”المُدرَج“ میں اس حدیث کا حال مَیں نے اور بھی واضح انداز سے بیان کیا ہے۔“

③ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی جس کتاب ”المنار المنیف“ کا ذکر ابھی تھوڑا پہلے ہم نے کیا ہے، اس میں انھوں نے بھی اس روایت کو منقطع و غیر صحیح یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

④ اسی طریق کے راوی محمد بن جابر، جس کی وجہ سے امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع و من گھڑت کہا ہے، کے بارے میں ”میزان الاعتدال“ میں لکھا ہے:

”ضَعَّفَهُ ابْنُ مُعِينٍ وَالنَّسَائِيُّ، وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَقَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ: سَاءَ حِفْظُهُ فِي الْآخِرِ، وَذَهَبَتْ كُتُبُهُ، وَقَالَ أَحْمَدُ: لَا يُحَدِّثُ عَنْهُ إِلَّا شَرٌّ مِنْهُ، وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ: كَانَ أَعْمٰى، يُلْحِقُ فِي كُتُبِهِ مَا لَيْسَ مِنْ حَدِيْثِهِ وَيَسْرِقُ“[2]

”اسے ابن معین اور نسائی رحمہما اللہ نے ضعیف کہا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے: یہ قوی نہیں۔ ابو حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور ان کی کتب کھو گئی تھیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان سے روایت بیان کرنے والے ان سے بھی کم تر درجے کے لوگ ہیں اور ابنِ حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ نابینا تھے، وہ اپنی کتب میں اپنی مرویات کے علاوہ بھی بعض اشیا کا الحاق کر دیتے تھے اور وہ روایات چراتے تھے۔“

⑤ اسی راوی کے طریق سے ایک روایت ”بِسْمِ اللّٰه“ کو جہراً پڑھنے کا پتا دینے والی ہے۔ اس روایت کے تحت علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے ”نصب الراية“

---

[1] المنار المنيف (ص: ١٣٥)

[2] ميزان الاعتدال (٣/ ٢٤) التحقيق (ص: ١١٤)

میں لکھا ہے:

"فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَابِرٍ تَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرُ وَاحِدٍ"

''محمد بن جابر کے بارے میں کئی محدثینِ کرام نے کلام کیا ہے۔''

غرض کہ یہ طریق بھی صحیح نہیں، بلکہ موضوع یا کم از کم سخت ضعیف ہے، جو پہلے طریق کا متابع بھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ متابعت کے لیے اتحادِ سند شرط ہے، جبکہ یہاں محمد بن جابر والا سیاق اور ہے اور عاصم بن کلیب والا دوسرا ہے۔

3- ایک اور روایت:

ایسے ہی ایک تیسری روایت ''مسند ابی حنیفہ'' کے حوالے سے ذکر کی جاتی ہے اور وہ ''مسند ابی حنیفہ'' کیا ہے؟ وہ امام صاحب رحمہ اللہ کے بعد ۳۰۰ھ یا ۵۲۲ھ میں تالیف کی گئی تھی۔ لہٰذا وہ مسند ہی ان تک بلاسند ہونے کی وجہ سے قابلِ احتجاج و اعتبار نہیں ہے۔[1]

[1] حاشیہ سنن ابن ماجه (۱/ ۲۸۲) المرعاۃ (۲/ ۲۵۵)

علماے احناف کی تصریحات

اس روایت کے بارے میں بعض علماے احناف کے اقوال و تصریحات درج ذیل ہیں:

① علامہ ابو الحسن سندھی صاحبِ حاشیہ ابن ماجہ نے ترکِ رفع یدین والی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

"أَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ: إِنَّ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ [أَيْ حَدِيْثَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي تَرْكِ الرَّفْعِ] نَاسِخُ رَفْعٍ غَيْرَ تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ فَهُوَ قَوْلٌ بِلَا دَلِيْلٍ..."[1]

"جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع یدین والی حدیث تکبیرِ تحریمہ والی رفع یدین کو چھوڑ کر دوسرے مواقع والی رفع یدین کی ناسخ ہے، اس کا یہ قول بلا دلیل ہے۔"

نیز حاشیہ سنن نسائی میں انھوں نے لکھا ہے:

"وَمَنْ لَا يَقُوْلُ بِهٖ يَرَاهُ مَنْسُوْخاً بِمَا لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ، فَاِنَّ عَدَمَ الرَّفْعِ اِنْ ثَبَتَ فَلَا يَدُلُّ عَلٰى عَدَمِ سُنِّيَّةِ الرَّفْعِ، اِذْ شَانُ السُّنَّةِ تَرْكُهَا أَحْيَاناً، وَيَجُوْزُ اِسْتِنَانُ الْأَمْرَيْنِ جَمِيْعاً، فَلَا وَجْهَ لِدَعْوَى النَّسْخِ وَالْقَوْلِ بِالْكَرَاهِيَةِ"[2]

---

① تفصیل کے لیے دیکھیں: التحقيق الراسخ (ص:١١٣۔ ١١٤)

② حاشيه سنن النسائي (١/ ١٤٠)

''جو رفع یدین کا قائل نہیں، وہ اسے اس روایت سے منسوخ مانتا ہے، جس میں اس پر دلالت نہیں پائی جاتی، کیونکہ عدمِ رفع یدین اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے رفع یدین کی عدمِ سنّیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی، کیوں کہ سنت کی شان کبھی کبھار اُس کا ترک کیا جانا ہے اور ان دونوں امور [فعل و ترک] کا سنت ہونا بھی جائز ہے، لہٰذا نسخ کے دعوے اور کراہت کے قول کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔''

علامہ ابو الحسن سندھی رحمہ اللہ کے ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ایسی نہیں جو قابلِ استدلال ہو، بلکہ نسخ کی کوئی بھی دلیل صحیح نہیں ہے۔

② شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید شیخ محمد معین سندھی نے ''دراسات اللبیب'' (ص: ١٧٦) میں لکھا ہے:

''وَالتِّرْمِذِيُّ وَإِنْ حَسَّنَهُ، حَكٰى قَبْلَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَدَمَ ثُبُوْتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنْ غَيْرِ قَيْدٍ بِطَرِيْقٍ مُعَيَّنٍ، وَظَاهِرُهُ الْإِطْلَاقُ، فَلَمْ يَتَأَتَّ أَنْ يُّحْكَمَ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ بِأَزْيَدَ مِّنْ أَنَّهُ اُخْتُلِفَ فِيْ كَوْنِهٖ حَسَناً أَوْ ضَعِيْفاً، وَهٰذَا يُوْجِبُ اِنْحِطَاطَهُ مِمَّا سَلِمَ مِنْ هٰذَا الْاِخْتِلَافِ، وَاتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى حُسْنِهٖ فَضْلًا عَمَّا حُكِمَ بِصِحَّتِهٖ عُمُوْماً. فَكَيْفَ عَمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانُ خُصُوْصاً، فَمَا ظَنُّكَ بِمَا رَوَاهُ الْخَمْسُوْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَحُكِمَ عَلَيْهِ بِالتَّوَاتُرِ، وَوَرَدَتْ فِيْ مَعْنَاهُ أَرْبَعُ مِائَةِ حَدِيْثٍ بَيْنَ أَثَرٍ وَمَرْفُوْعٍ؟ فَقَوْلُ ابْنُ الْهُمَامِ وَجَوَابُهُ اِلٰى جَوَابِ حَدِيْثِ الرَّفْعَاتِ الْمُعَارِضَةِ بِمَا فِيْ أَبِيْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ مِمَّا يَفُضُّ مِنْهُ الْعَجَبُ مَعَ أَنَّ الصَّحِيْحَ مِنَ

السُّنَنِ لَا يُعَارِضُ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ، وَالْإِمَامُ ابْنُ الْهُمَامِ إِذَا تَأَيَّدَ مَذْهَبُهُ بِحَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ لَا يُبَالِي فِي كِتَابِهٖ هٰذَا، أَيْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ شَرْحِ الْهِدَايَةِ، إِلٰى تَمَسُّكِ الْخَصْمِ بِحَدِيْثِ غَيْرِهِمَا، هٰذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ حَدِيْثُ الْغَيْرِ مَعْلُوْلًا، وَأَمَّا إِذَا اتَّسَمَ بِعِلَّةٍ مِنْ حُكْمِ إِمَامٍ حَافِظٍ فَلَيْتَ شِعْرِيُ مَا مَعْنٰى مُعَارَضَةِ بِحَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ بِمُجَرَّدِ وَصْفِ إِخْرَاجِهَا لَهٗ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ أُخْرٰى تُوْجَدُ فِي حَدِيْثِ الرَّفْعَاتِ، فَكَيْفَ بِهٖ مَعَهَا؟''[1]

''یہ بات اِس حدیث کو اُس حدیث کے درجے سے نیچے گرا دیتی ہے، جو اِس قسم کے اختلاف سے محفوظ ہے اور جس کے حَسن ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے اور جس کے صحیح ہونے کا حکم اس پر مستزاد ہے۔ ان احادیث کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے صحیح ہونے پر امام بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور اس حدیث و مسئلے کے بارے میں کیا گمان ہے جسے پچاس (۵۰) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے اور اس پر [متواتر] ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جس کے معنیٰ کی چار سو مرفوع و موقوف احادیث و آثار مروی ہیں؟ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کا قول اوران کا جواب کہ سنن ابو داود و ترمذی کی احادیث رفع یدین والی احادیث کی معارض ہیں، نہایت تعجب انگیز ہے، جب کہ سنن میں سے صحیح احادیث، بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کی معارض ہرگز نہیں ہیں۔ امام ابنِ ہمام کے اپنے مسلک کی تائید جب صحیحین کی کسی حدیث سے ہو جائے، تو پھر وہ اپنی اس کتاب ''فتح القدير شرح الهداية'' میں دوسرے مسلک

[1] دراسات اللبيب (ص: ١٧٦) المرعاة (٢/ ٣٢٤)

والے کی دلیل پر مبنی غیر صحیحین والی حدیث کی کوئی پروا نہیں کرتے اور یہ بھی اس وقت ہے جب مدِّ مقابل کی حدیث معلول نہ ہو اور اگر وہ کسی امام و حافظ کے بقول کسی علّت والی ہو (جیسے ترکِ رفع یدین والی یہ حدیث ہے) تو پھر اس کے صحیحین کی کسی حدیث کے معارض ہونے کا کیا معنیٰ ہوا؟ جب کہ اصحابِ سنن نے صرف اس حدیث کی تخریج کی ہو اور رفع یدین والی احادیث میں وارد نص پر کوئی اضافی جملہ بھی ان میں نہ ہو اور اگر کچھ اضافی بھی ہو تو پھر کیا خیال ہے؟"

شیخ محمد معین سندھی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں واضح کر دیا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کے حسن یا ضعیف ہونے میں اختلاف ہے، جبکہ دوسری طرف پچاس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی متواتر حدیث ہے، جس کے صحیح ہونے پر امام بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور جس کے معنیٰ و مفہوم کی چار سو احادیث و آثار مروی ہیں، ان سب سے ثابت شدہ سنت کو ایسی مختلف فیہ روایت کی وجہ سے ترک کرنا ایک تعجب خیز امر ہے۔

اس روایت کی تصحیح و تحسین:

ادائے امانت کے طور پر ہم یہاں یہ بات ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو بعض محدثینِ کرام نے حسن اور صحیح بھی کہا ہے، مثلاً:

1. امام ترمذی رحمہ اللہ نے اگرچہ اسے حسن کہا ہے، لیکن حسن کہنے سے پہلے امام ابن المبارک رحمہ اللہ کا قول بھی باسند نقل کر دیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ روایت میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور ویسے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ کا تصحیح و تحسینِ حدیث میں تساہل اہلِ علم کے یہاں بہت معروف ہے، لہٰذا اٹھارہ، بیس فقہا و محدثین کی تضعیف کے سامنے اکیلے امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین کوئی خاص

اہمیت نہیں رکھتی، خصوصاً جب کہ ضعیف کہنے والوں میں امام ابو حاتم، امام احمد بن حنبل، امام ابو داود، امام دارقطنی، امام ابن حبان اور امام بخاری جیسے دقیق النظر محدثین اور نقادانِ فن موجود ہیں۔

۲ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اپنی معروف کتاب "المحلّٰی" میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کے بارے میں کہا ہے:

"اِنَّ هٰذَا الْخَبَرَ صَحِيْحٌ" [1] "یہ حدیث صحیح ہے۔"

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی یہ تصحیح بھی ظاہر ہے کہ کثیر محدثین کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ ان کی یہ تصحیح اَز روے اسناد ہو اور صحتِ سند سے صحتِ متن لازم نہیں آتی، بلکہ ایسا بھی ہے کہ سند تو صحیح ہے، لیکن متن میں بعض جملے یا کلمات [مدرج] آ گئے ہیں، جو اصل حدیثِ شریف کے نہیں، بلکہ کسی راوی کے ہیں، لیکن اس نے اس کی باقاعدہ وضاحت نہیں کی ہوتی۔

اس روایت کے بارے میں ہم نے جتنے بھی محدثین اور علما و فقہا کے اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ صحیح ہے، سوائے ان علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ کے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین کے۔

۳ شیخ محمد معین سندھی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس روایت کے حسن یا ضعیف ہونے میں اختلاف ہے، لہٰذا اِس کا درجہ اُس حدیث سے کم تر ہوگا، جو ایسے اختلاف سے بَری ہے۔

۴ اس روایت کو صحیح کہنے والوں میں سے ایک شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ہیں، انھوں نے اس روایت کو اپنی کتب میں سے سنن ابی داود و ترمذی کی صحیح وضعیف میں تقسیم کے وقت اسے صحیح کی قسم میں نقل کیا ہے اور تحقیق مشکاۃ میں بھی صحیح کہا ہے۔ [2]

---

[1] المحلّٰی (٤/ ٨٨)

[2] دیکھیں: صحيح سنن أبي داود (١/ ١٤٣) صحيح سنن الترمذي (١/ ٨٢) تحقيق مشكاة المصابيح (١/ ٢٥٤)

لیکن ساتھ ہی انھوں نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ بھی نہیں کہ اس روایت کو رُکوع والی رفع یدین کو ثابت کرنے والی احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں لا کر رکھ دیا جائے، کیوں کہ یہ حدیث نفی کرتی ہے، جب کہ وہ احادیث اثبات کا پتا دیتی ہیں اور علمِ اصول میں یہ ایک طے شدہ قاعدہ ہے:

"اِنَّ الْمُثْبِتَ مُقَدَّمٌ عَلٰی النَّافِيْ"

''ثابت کرنے والا، نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ بعض علماے احناف کو بھی رفع یدین کی مشروعیت کو ناچار ماننا ہی پڑا۔[1]

۵ علامہ عبدالحی رحمہ اللہ نے بھی "التعليق الممجّد على موطأ الإمام محمد" میں لکھا ہے:

"اَلْقَدْرُ الْمُتَحَقَّقُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ هُوَ ثُبُوْتُ الرَّفْعِ وَتَرْكُهُ كِلَيْهِمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا أَنَّ رُوَاةَ الرَّفْعِ مِنَ الصَّحَابَةِ جَمٌّ غَفِيْرٌ، وَرُوَاةُ التَّرْكِ جَمَاعَةٌ قَلِيْلَةٌ مَعَ عَدَمِ صِحَّةِ الطُّرُقِ عَنْهُمْ اِلَّا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَكَذٰلِكَ ثَبَتَ التَّرْكُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ وَأَصْحَابِهِ بِأَسَانِيْدَ مُحْتَجَّةٍ بِهَا. فَاِذَنْ نَخْتَارُ أَنَّ الرَّفْعَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ يُلَامُ تَارِكُهَا اِلَّا أَنَّ ثُبُوْتَهٗ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُ وَأَرْجَحُ"[2]

''اس مسئلے میں متحقق بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے رفع یدین کرنا اور اس کا ترک دونوں ثابت ہیں، لیکن رفع یدین کرنے کا پتا دینے والی احادیث کے صحابی راویوں رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت (جم غفیر)

[1] دیکھیں: تحقيق مشكاة المصابيح (١/ ٢٥٤) صحيح سنن أبي داود (١/ ١٤٣) صحيح سنن الترمذي (١/ ٨٢)

[2] التعليق الممجّد (ص: ٩١)

ہے، جب کہ ترک کا پتا دینے والے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور پھر ان سے مروی روایات کے طرق و اسانید بھی صحیح نہیں ہیں۔ ہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے قابلِ احتجاج اسانید کے ساتھ ترک ثابت ہے۔ لہٰذا ہمارا موقف و اختیار یہ ہے کہ رفع یدین سنتِ موکدہ تو نہیں کہ اس کے تارک پر ملامت روا ہو، البتہ اس کے ثبوت کی احادیث اکثر اور راجح تر ہیں۔"

۲. علامہ احمد عبد الرحمٰن البنّا نے بھی "الفتح الرباني" میں اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ صحتِ سند صحتِ متن کو لازم نہیں ہوتی، پھر انھوں نے محدثین کی تضعیفی تصریحات بھی نقل کر دی ہیں۔[1]

موصوف کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع یدین کی مشروعیت کے قائل تھے، البتہ اس حدیثِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی قابلِ حجت سمجھتے تھے۔

فیصلہ کن بات:

اب اگر ان اقوال کی روشنی میں بعض علما کے نزدیک اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ پندرہ بیس محدثین نے اسے غیر صحیح و نا قابلِ حجت کہا ہے اور چند ایک نے اسے صحیح یا حسن اور قابلِ استدلال بھی قرار دیا ہے، تو گویا اس سے متعلق جرح اور تعدیل میں اختلاف ہوا اور ایسے میں علماے اصول و محدثینِ کرام کا طے شدہ قاعدہ یہ ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم ہوگی، چناں چہ علامہ عبید اللہ رحمانی نے "المرعاة" میں لکھا ہے:

"وَلَوْ تَمَّ مَا قَالَا [أَيِ التِّرمِذِيُّ وَ ابنُ حَزمٍ] لَا يَخرُجُ الْحَدِيثُ عَنِ الْاِختِلَافِ فِيهِ جَرحاً وَتَعدِيلًا، وَقَدِ اجتَمَعَ أَهلُ

[1] الفتح الرباني (٣/ ١٦٩)

الْحَدِيْثِ وَالْأُصُوْلِ عَلٰى أَنَّ الْجَرْحَ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ‘‘[1]

’’اگر امام ترمذی رحمہ اللہ و ابن حزم رحمہ اللہ کے اقوال کو مان بھی لیا جائے تب بھی یہ حدیث جرح و تعدیل کے مابین مختلف فیہ ہوئی اور محدثین و علماے اصول کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ ’’اَلْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ‘‘ جرح، تعدیل پر مقدم ہے۔‘‘

اس سے آگے موصوف نے شیخ محمد معین سندھی کی کتاب ’’دراسات اللبیب‘‘ (ص: ۱۷۶) سے وہ اقتباس نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، لیکن اس سے پہلے انھوں نے امام ابنِ مبارک رحمہ اللہ کا وہ قول بھی روایت کر دیا ہے، جس میں انھوں نے کسی معین طریق کی قید کے بغیر اس روایت کو مطلقاً غیر ثابت قرار دیا ہے، لہٰذا اِس حدیث کے حسن یا ضعیف ہونے میں اختلاف پایا گیا، جو اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ یہ روایت ایسی روایات سے بھی کم تر درجہ کی ہے، جن کے بارے میں ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا اور آگے پھر انھوں نے رفع یدین کے ثبوت والی احادیث کا صحیح و متفق علیہ اور متواتر ہونا نقل کیا ہے۔

غرض کہ جرح و تعدیل ہر دو کے موجود ہونے کی وجہ سے اور جارحین کی تعداد اور مقام و مرتبے کے پیشِ نظر اس بات کا بہ آسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اگرچہ سنداً صحیح ہی کیوں نہ ہو، متن کے اعتبار سے ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہے۔

دوسرا جواب:

اس روایت کے بارے میں قائلینِ رفع یدین نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اگر علی وجہ التنزل مان ہی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے، تو اس سے زیادہ سے زیادہ اتنا پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی رفع یدین کو اس لیے ترک فرمایا کہ

[1] المرعاة (۲/ ۳۲٤)

معلوم ہو جائے کہ یہ سنتِ موکدہ نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو موردِ طعن و الزام ٹھہرایا جائے، اس سے بہر حال نسخ کا پتا نہیں چلتا، کیوں کہ محض اسے ترک کرنا نسخ پر دلالت نہیں کرتا۔[1]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایسی ہی روایت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے، علامہ ابن حزم نے لکھا ہے:

"اِنْ صَحَّ دَلَّ عَلٰی أَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم فَعَلَ ذٰلِكَ لِبَيَانِ الْجَوَازِ، فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهٖ"[2]

"اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا، لہٰذا اس میں اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔"

یہ بھی تب ہے، جب حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی دونوں طرح کی احادیث یعنی قولی و فعلی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، جب کہ ان کی قولی حدیث کے ضعف کو تو خود مانعین کے بعض علما بھی دبے لفظوں سے تسلیم کرتے ہیں۔[3]

حقیقتاً ضعیف کا حکم قولی و فعلی ہر دو کے لیے مطلقاً ہے، جیسا کہ امام ابن المبارک رحمہ اللہ کا قول سنن ترمذی و دارقطنی میں اور امام بخاری کی تحقیق ان کی کتاب "جزء رفع الیدین" میں وارد ہوئی ہے۔ صرف فعلی کو صحیح ماننے سے وہ حدیث صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک پر ظاہر شمار ہوتی ہے، نص نہیں، کیوں کہ یہ ضروری نہیں کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ہر فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو، جیسا کہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ (۲/ ۳۷۶ کبریٰ) میں کہا ہے اور اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب نص

[1] فتح الباري بحواله التحقيق (ص: ۱۱۹)

[2] نيل الأوطار (۲/ ۳/ ۱۲) تحفة الأحوذي (۲/ ۱۰۶)

[3] صاحبِ نور العينين وغيره بحواله التحقيق (ص: ۱۱۲)

اور ظاہر میں تعارض ہو تو نص کو ظاہر پر ترجیح ہوگی، اس مسئلے میں حضرت ابنِ عمر، حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث اپنے مدلول پرنص ہیں اور یہ ترک والی روایت فقط ظاہر، بعینہٖ یہی پوزیشن ''بِسْمِ اللّٰہ'' کونماز میں بلند آواز سے پڑھنے والی حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ انھوں نے جہراً ''بِسْمِ اللّٰہ'' پڑھی اور کہا کہ میری یہ نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ تر ہے، تو مانعینِ رفع یدین اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث نص نہیں، صرف ظاہر ہے، اور عند التعارض نص کو ظاہر پر ترجیح ہوتی ہے، وہی معاملہ یہاں بھی ہے اور رفع یدین کرنے کی احادیث نص اور راجح ہیں اور ترک کی احادیث محض ظاہر ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں۔[1]

تیسرا جواب:

اس کا تیسرا جواب امام ابن عبد الہادی نے ''التنقیح'' میں دیا ہے، جسے علامہ زیلعی حنفی نے ''نصب الرایۃ'' میں بھی نقل کیا ہے۔ امام ابن عبدالہادی نے علامہ ابوبکر بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اگر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کو سند کے اعتبار صحیح بھی مان لیا جائے تو حدِ تواتر کو پہنچنے والی کثیر احادیث اور پچاس صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات کے مقابلے میں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مسئلے میں بھی چُوک ہوگئی ہو، جیسے ان سے کئی دیگر مسائل میں بھی چُوک ہوئی ہے مثلاً:

1. پوری امتِ اسلامیہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ معوّذتین یعنی ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دونوں قرآنِ کریم کی سورتیں ہیں، لیکن حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ انھیں قرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے

[1] التحقیق الراسخ (ص: ۱۱۷)

(حتیٰ کہ یہ سورتیں اُن کے مصحف میں موجود ہی نہیں تھیں)۔

۲ تمام علما کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ نماز میں رکوع کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا مسنون و مستحب ہے، انھیں دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا مکروہ ہے، لیکن حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے چُوک ہوئی (اور ناسخ حدیث نہ پہنچنے کی وجہ سے) وہ تطبیق یعنی گھٹنوں کے درمیان ہاتھ رکھنے ہی کے قائل رہے۔

۳ اس مسئلے میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر ایک امام اور دو مقتدی ہوں تو امام آگے کھڑا ہوگا اور دونوں مقتدی اس کے پیچھے صف بنائیں گے، جب کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ یہ طریقۂ صف بندی بھی اختیار نہیں کرتے تھے، بلکہ ایسے میں وہ ایک مقتدی کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کرتے تھے۔

۴ اس بات پر بھی عام علما کا اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ (یومِ نحر) کی نمازِ فجر اس کے وقت پر پڑھی تھی، جب کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اسے بھول گئے تھے۔

۵ وہ اس بات کو بھی بھول گئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفات میں نمازوں کو کیسے جمع کر کے پڑھا تھا۔

۶ علما میں سے کسی کا بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بہ وقتِ سجدہ نمازی کو اپنی کلائیاں اور کہنیاں زمین پر نہیں بچھانی چاہییں، جبکہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے اس معاملے میں بھی بھول ہوگئی تھی۔

۷ ان سے سورۃ اللّیل کی ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ [اللیل: ۳] کو پڑھنے کے طریقے میں بھی چُوک ہوئی ہے۔

لہٰذا جب ان سے اتنے معاملات میں چوک ہوئی ہے تو اِس میں تعجب والی کیا بات ہے کہ ان سے رفع یدین کے مسئلے میں بھی چُوک ہوگئی ہو؟ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَنْسٰى.

امام ابن عبد الہادی کی کتاب "التنقیح" کے حوالے سے امام ابو بکر بن اسحاق رحمہ اللہ کا یہ مفصل بیان "نصب الرایة" (۱/ ۳۹۷۔ ۴۰۲)، "التعلیق الممجّد" (ص: ۹۳، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)، "فقه السنّة" (۱/ ۱۴۴)، "تحفة الأحوذي" (۲/ ۱۰۵۔ ۱۰۶)، "المرعاة" (۲/ ۲۹۶) اور "الفتح الرباني" (۳/ ۱۶۹) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ "نصب الرایة" کے محشّی نے ان ساتوں امور کا بڑی تفصیل سے جواب دیا اور لکھا ہے کہ بھول بنی آدم کا خاصا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم سورت طٰہٰ (آیت: ۱۱۵) میں فرمایا ہے:

﴿ نَسِيَ فَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴾

''وہ (آدم) بھول گئے، لیکن ہم نے ان میں عزم و ہمت نہ پائی۔''

غرض کہ بھول چُوک بنی آدم کو وراثت میں ملی ہے، لہٰذا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے کا بھول جانا کوئی تعجب خیز بات ہرگز نہیں ہے۔ اس سے آگے محشّی موصوف نے معوذتین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھولے نہیں تھے، بلکہ وہ انھیں مصحف میں سے نکال دینے کا نظریہ رکھتے تھے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تعوّذ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور تطبیق یا ہاتھوں کو بہ وقتِ رکوع دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھنا بھی وہ بھول کر نہیں کرتے تھے، بلکہ پہلے یہ عمل سنت رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی گھٹنوں کو پکڑنے یا گھٹنوں کے درمیان ہاتھ رکھنے میں اختیار دیا ہے۔ یہی معاملہ امام کا دو مقتدیوں کو اپنے دائیں بائیں کھڑا کرنے میں بھی ہے کہ وہ طریقہ بھی پہلے سنت تھا، لیکن بعد میں ایک دوسری سنت سے منسوخ ہوگیا، اسی طرح تین دوسرے امور کے بارے میں بھی جواب دیا ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے کہ واقعی بعض امور میں اختلاف کی شکل میں وہ یا تو اکیلے رہ گئے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی دو ایک اور ہیں اور جہاں ایسا ہوا ہے وہاں وہ ان کی بھول نہیں مانتے، بلکہ

ان کا کہنا ہے کہ وہ بھولے نہیں، بلکہ ہوا یہ ہے کہ کوئی کام پہلے سنت تھا، پھر کسی دوسری سنت سے پہلے کو منسوخ کر دیا گیا، جس کا انھیں علم نہیں ہو سکا۔[1]

اب اگر اسی بات کو مان لیا جائے تو پھر امام بیہقی رحمہ اللہ کی تاویل بڑی برمحل لگتی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے رفع یدین ابتداے امر میں نہ ہو، بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تطبیق "بین الرکبتین" (دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کو منسوخ قرار دیا، وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا کی ترکِ رفع یدین پر بہ وقتِ رکوع رفع یدین کو مشروع فرمایا ہو اور یہ بات حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی ہو، جیسے تطبیق کا معاملہ ہے، چناں چہ "معرفة السنن و الآثار" میں امام بیہقی کے الفاظ ہیں:

"وَقَدْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِيْ اِبْتِدَاءِ الْأَمْرِ، قَبْلَ أَنْ يُّشْرَعَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوْعِ، ثُمَّ صَارَ التَّطْبِيْقُ مَنْسُوْخاً، وَصَارَ الْأَمْرُ فِيْ السُّنَّةِ اِلٰى رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَرَفْعِ الرَّأْسِ مِنْهُ جَمِيْعاً، وَ خَفِيَا جَمِيْعاً عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ"[2]

"ممکن ہے کہ یہ ابتدا کی بات ہو، جب کہ ابھی رکوع والی رفع یدین مشروع نہ ہوئی ہو، پھر تطبیق منسوخ ہوگئی ہو اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مسنون ہوگیا ہو اور یہ دونوں باتیں ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر مخفی رہی ہوں۔"

امام ابو بکر اسحاق، امام بیہقی اور دیگر علما کی طرح امام خطابی رحمہ اللہ نے بھی "معالم السنن" میں لکھا ہے:

"ممکن ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کے معاملے میں بھی اُسی طرح چُوک ہوگئی ہو، جس طرح ان سے تطبیق کے معاملے میں ہوئی

---

[1] خلاصة از حاشيه نصب الراية (١/ ٣٩٧۔ ٤٠١)

[2] التحقيق (ص: ١١٨) المرعاة (٢/ ٣٢٢)

ہے اور وہ امرِ اوّل پر ہی قائم رہے، جب کہ دوسرے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس معاملے میں ان کی مخالفت کی۔“[1]

دیگر جوابات:

اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بھولے نہیں تو ان سے مروی حدیث کے کئی دوسرے جوابات بھی دیے گئے ہیں، مثلاً:

چوتھا جواب:

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کی نفی کی ہے، جب کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا اثبات ذکر کیا ہے اور نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے، چنانچہ امام خطابی رحمہ اللہ ہی نے ”معالم السنن“ میں لکھا ہے:

”وَالْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ الَّتِي جَاءَتْ بِإِثْبَاتِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَ بَعْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنْهُ أَوْلٰى مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ وَالْإِثْبَاتُ أَوْلٰى مِنَ النَّفْيِ“[2]

”وہ صحیح احادیث جو رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کے اثبات کے بارے میں ہیں، وہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث سے اولیٰ ہیں اور اثبات، اولیٰ ہوتا ہے نفی سے۔“

جب کہ اثبات والی چار سو روایات ہیں، جو پچاس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔

پانچواں جواب:

رفع یدین کا پتا دینے والی احادیث ایک غیر منافی اضافے پر مشتمل ہیں اور وہ

---

[1] معالم السنن للخطابي (١/ ١/ ١٦٧) تفصیل کے لیے دیکھیں: أبكار المنن (ص: ٢٠٥) المرعاة (٢/ ٣٢١)

[2] معالم السنن أيضاً.

اضافہ بھی بالاجماع مقبول ہے، خصوصاً جب کہ اسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے نقل کیا اور محدّثین کی ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔

چھٹا جواب:

رفع یدین کرنے کی احادیث حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترکِ رفع یدین والی حدیث سے اس لحاظ سے بھی مقدم ہیں کہ رفع یدین کو ثابت کرنے والی احادیث زیادہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں، حتیٰ کہ امام سیوطی نے انھیں ''متواتر'' قرار دیا ہے، جیسا کہ اس موضوع کے حصہ اول میں تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے ''عمدة القاري'' میں لکھا ہے:

''اِنَّ مِنْ جُمْلَةِ أَسْبَابِ التَّرْجِيحِ كَثْرَةُ عَدَدِ الرُّوَاةِ، وَ شُهْرَةُ الْمَرْوِيِّ حَتّٰى اِذَا كَانَ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ يَرْوِيهِ وَاحِدٌ، وَالْآخَرُ يَرْوِيهِ اثْنَانِ فَالَّذِي يَرْوِيهِ اثْنَانِ أَوْلٰى بِالْعَمَلِ بِهِ''[1]

''ترجیح کے جملہ اسباب میں سے راویوں کی تعداد کی کثرت اور مروی حدیث کی شہرت بھی ہیں، حتیٰ کہ اگر دو حدیثوں میں سے ایک کو صرف ایک راوی بیان کرے اور دوسری کو دو، تو دو راویوں کی بیان کردہ حدیث پر عمل اَولیٰ ہوگا۔''

اسی طرح علامہ حازمی رحمہ اللہ نے بھی کتاب ''الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار'' میں لکھا ہے:

''وَمِمَّا يُرَجَّحُ بِهِ أَحَدُ الْحَدِيثَيْنِ عَلَى الْآخَرِ كَثْرَةُ الْعَدَدِ فِي أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ، وَ هِيَ مُؤَثِّرَةٌ فِي بَابِ الرِّوَايَةِ، لِأَنَّهَا تُقَرِّبُ مِمَّا يُوجِبُ الْعِلْمَ، وَهُوَ التَّوَاتُرُ''[2]

---

[1] المرعاة (٢/ ٣٢٢)

[3] كتاب الاعتبار للحازمي (ص: ١١)

”جن اسباب کی وجہ سے کسی حدیث کو دوسری پر ترجیح دی جاسکتی ہے، انھی میں سے کسی ایک کے راویوں کی کثرت بھی ہے اور یہ کثرت روایت کے باب میں موثر ہے، کیوں کہ یہ اسے اس حیثیت کے قریب کر دیتی ہے، جو موجبِ علم ہے اور وہ ”تواتر“ ہے۔“

یہاں معاملہ یہ ہے کہ ایک طرف دو ایک روایات ہیں اور دوسری طرف پچاس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی چار سو مرویات۔ اہلِ علم نے اسی قسم کے کئی اور جوابات بھی ذکر کیے ہیں، جن کی تفصیل ”المرعاة شرح المشکاة“ (۲/ ۳۲۱۔ ۳۲۲) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تیسری دلیل:

مانعینِ رفع یدین کی تیسری دلیل وہ حدیث ہے، جو جزء رفع الیدین امام بخاری، سنن ابو داود، دارقطنی، الکامل لابن عدی، مصنف ابن ابی شیبہ، معانی الآثار طحاوی، سنن بیہقی اور مسندِ احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ بیان فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ إِبْهَامَيْهِ قَرِيْبًا مِّنْ شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ))[1]

”نبی اکرم ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لَووں تک اٹھاتے اور پھر اس کا اعادہ نہ کرتے۔“

اس حدیث کی استنادی حیثیت:

اس روایت سے ترکِ رفع یدین پر استدلال صحیح نہیں، کیوں کہ یہ حدیث

[1] سنن أبي داود (۲/ ٤٥١) جزء رفع اليدين (ص: ٥١۔ ٥٣) سنن الدارقطني (۱/ ۱/ ۲۹۳۔ ۲۹٤) الفتح الرباني (۳/ ۱۲۹) بدون ((ثُمَّ لَا يَعُوْدُ))

دسیوں ائمہ وعلما کے نزدیک صحیح نہیں ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

① امام ابو داود نے اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمیں یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سفیان نے بھی بتائی، لیکن اس میں انھوں نے ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) "پھر اس کا اعادہ نہ کرتے" کے الفاظ نہیں کہے اور آگے لکھا ہے کہ اس حدیث کو یزید سے ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے بھی بیان کیا ہے، لیکن ان میں سے بھی کسی نے ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے کلمات روایت نہیں کیے۔[1]

② "تلخیص السنن" میں امام منذری نے کہا ہے کہ اس روایت کی سند میں یزید ہے، جس کی بیان کردہ حدیث قابلِ حجت نہیں ہے۔[2]

③ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین میں لکھا ہے کہ یزید بن ابی زیاد سے سفیان ثوری، شعبہ اور زہیر نے بڑھاپے سے پہلے پہلے یہ حدیث سنی اور بیان کی ہے، لیکن انھوں نے اس میں ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے کلمات روایت نہیں کیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سفیان کی روایت بھی ذکر کی ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں اور اس کے آخر میں سفیان کا قول نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے کہا ہے کہ جب استادِ گرامی یزید بن ابی زیاد بوڑھے ہوگئے تو انھیں ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے کلمات اضافی طور پر دوسروں کی طرف سے تلقین کیے گئے تو پھر انھوں نے یہ کلمات بھی روایت کرنا شروع کر دیے اور آخر میں فیصلہ یہ دیا ہے کہ یہ الفاظ شاذ ہیں۔ محفوظ روایت وہی ہے، جو ثوری، شعبہ اور ابن عیینہ نے ان سے بڑھاپے سے قبل سن کر روایت کی ہے، جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔[3]

---

[1] سنن أبي داود (٢/ ٤٥٢)

[2] تلخيص السنن بحواله عون المعبود (٢/ ٤٥٢)

[3] جزء رفع اليدين (ص: ٥١- ٥٣)

④ امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اس روایت کو بیان کر کے لکھا ہے کہ یزید بن ابی زیاد کی وہ روایت صحیح ہے، جس میں ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے الفاظ نہیں ہیں، کیوں کہ آخر عمر میں آکر یہ اختلاطِ حافظہ میں مبتلا ہوگئے تھے اور کوئی شخص جو کلمات تلقین کرتا، انھیں یہ قبول کر لیتے اور بیان کر دیتے تھے، حتیٰ کہ اس روایت کے ایک راوی علی بن عاصم سے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ گیا تو پتا چلا کہ یزید ابھی زندہ ہیں۔ میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے اس اضافے کے بغیر ہی حدیث بیان کی، میں نے عرض کی کہ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ آپ ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے الفاظ بھی بیان کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: میں اِن الفاظ کو اپنے حافظے میں نہیں پاتا، میں نے دوبارہ پوچھا تو انھوں نے پھر وہی جواب دیا۔[1]

معلوم ہوا کہ اچھی ذہنی حالت میں وہ آخر عمر میں بھی یہ کلمات بیان نہیں کرتے تھے اور جب یہ کلمات ہی شاذ ہیں تو پھر اس روایت سے استدلال کا سارا محل ہی زمیں بوس ہو جاتا ہے۔

⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''التلخیص الحبیر'' میں لکھا ہے کہ تمام حفاظِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ((ثُمَّ لَا یَعُوْدُ)) کے الفاظ مدرج (نیچے کے کسی راوی کے بیان کردہ) ہیں اور شعبہ، ثوری، خالد الطّحان اور زُہیر وغیرہ نے یزید سے روایت کے وقت یہ کلمات روایت نہیں کیے اور امام بخاری، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، دارمی، حمیدی اور کثیر محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

⑥ امام حمیدی کہتے ہیں کہ ان اضافی کلمات کو یزید نے روایت کیا ہے اور یزید تو

---

[1] سنن الدارقطني (١/ ١/ ٢٩٣۔ ٢٩٤)

[2] التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢١)

اضافہ کرتا ہے۔[1]

۷ عثمان دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔[2]

۸ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے، کیونکہ یزید ایک مدّت تک ((ثُمَّ لَا يَعُودُ)) کے الفاظ روایت نہیں کیا کرتے تھے، پھر انھیں یہ کلمات تلقین کیے گئے تو انھوں نے لے لیے اور بیان کرنے لگے۔[3]

۹ امام بزار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ((ثُمَّ لَا يَعُودُ)) کے الفاظ صحیح نہیں ہیں۔[4]

۱۰ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں نے امام حاکم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یزید زبانی روایت بیان کیا کرتے تھے، لیکن بڑھاپے میں جا کر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا تو وہ اسانید میں قلب (تقدیم و تاخیر) اور متون میں اضافہ کرنے لگے۔ آگے امام حاکم و بیہقی نے امام احمد بن حنبل کا وہ قول بھی بیان کیا ہے، جس میں انھوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔[5]

۱۱ "نصب الرایۃ" میں علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء" سے نقل کیا ہے کہ یزید صدوق تھے، لیکن بڑھاپے میں جا کر ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، حتیٰ کہ انھیں اس وقت جو سکھلایا جاتا، وہ قبول کر کے

---

1. تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٣) المرعاة (٢/ ٣٢٤)
2. التلخيص أيضاً، و التحفة و المرعاة (٢/ ٣٢٤)
3. حواله سابقه.
4. أيضاً.
5. التعليق المغني على سنن الدارقطني (١/ ١/ ٢٩٤) السنن الكبرىٰ للبيهقي (٢/ ٧٦۔ ٧٩) نصب الراية (١/ ٤٠٢)

بیان کر دیتے تھے، تاہم جس نے ان سے اوائلِ عمر میں دخولِ کوفہ سے قبل سنا ہے، اس کا سماع صحیح ہے اور جس نے (ان کے مکہ مکرمہ سے نکل کر) عمر کے آخری پہر میں کوفے چلے جانے کے بعد سنا ہے، اس کا سماع کوئی چیز نہیں ہے۔[1]

(۱۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''المنار المنيف'' میں لکھا ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے: بعض لوگ یزید کو غلط قرار دیتے ہیں اور امام احمد نے کہا ہے: یہ بہت ہی کمزور (واہٌ) حدیث ہے اور یحییٰ بن ابی زیاد نے کہا ہے: یہ یزید ضعیف الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے: یہ راوی ایسا (قابلِ حجت) نہیں ہے اور اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیتے ہوئے اسے غیر صحیح بتایا ہے۔[2]

(۱۳) علامہ ابو الحسن سندھی حنفی نے بھی ''حاشية سنن النسائي'' میں لکھا ہے:

''اَلتَّحقِيقُ عَدَمُ ثُبُوتِ الْحَدِيثِ مِنْ رِوَايَةِ الْبَرَآءِ''[3]

''تحقیق یہ ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی حدیث ثابت نہیں ہے۔''

غرض کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں ضعف کے کئی اسباب پائے جاتے ہیں، مثلاً یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے، خصوصاً آخر عمر میں ان کا حافظہ متاثر ہوگیا تھا اور وہ تلقین قبول کر کے اسے بیان بھی کرنے لگے تھے، دوسرے یہ کہ اس حدیث میں ادراج بھی ہے کہ ((ثُمَّ لَا يَعُودُ)) حدیث کے الفاظ نہیں، بلکہ اہلِ کوفہ میں سے کسی شخص کے ہیں اور اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔

(۱۴) علامہ ابو الحسن سندھی رحمہ اللہ کی طرح مولانا لدھیانوی صاحب مولفِ ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' (ص: ۵۵) کے بقول امام یحییٰ بن معین بھی غالی وکٹر قسم

---

[1] نصب الراية (١/ ٤٠٣)

[2] المنار المنيف (ص: ١٣٥۔ ١٣٦)

[3] المرعاة (٢/ ٣٢٤) التحقيق الراسخ (ص: ١٢٨)

کے حنفی ہیں، اگرچہ وہ بہت بڑے محدث بھی ہیں، انھوں نے بھی یزید کے بارے میں کہا ہے: ”لَيْسَ بِالْقَوِيِّ“ ”وہ قوی نہیں ہیں۔“

نیز کہا ہے: ”لَا يُحْتَجُّ بِهٖ“[1] ”وہ قابلِ حجت نہیں۔“

اور تو اور خود اِن علماے احناف نے بھی اس راوی کو ضعیف اور اس روایت کو ناقابلِ حجت و استدلال قرار دیا ہے۔

ایک اور طریق:

”سنن أبي داود“ اور ”معاني الآثار للطحاوي“ وغیرہ میں اس حدیثِ براء رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا متابع مگر غیر صحیح طریق بھی ہے، جس میں ہے:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتّٰى انْصَرَفَ))[2]

”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا آغاز کرتے وقت رفع یدین کی اور پھر سلام پھیرنے تک رفع یدین نہیں کی۔“

١ لیکن اس حدیث کو روایت کر کے خود امام ابو داود نے کہا ہے:

”هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ“[3] ”یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔“

٢ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کے ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے۔[4]

---

[1] دیکھیں: میزان الاعتدال (٤/ ٤٢٣) تاریخ عثمان بن سعید دارمي (ترجمه نمبر: ٢٥٠ و ٨٧٨) نصب الراية (١/ ٤٠٤)

[2] سنن أبي داود (٢/ ٤٥٢)

[3] سنن أبي داود (٢/ ٤٥٣)

[4] عون المعبود (٢/ ٤٥٣)

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے صدوق، لیکن سخت کمزور اور خراب حافظے والا لکھا ہے۔[1]

④ امام ابو حاتم نے بھی اسے خراب حافظے والا کہا ہے۔

⑤ امام نسائی نے اسے غیر قوی کہا ہے۔[2]

⑥ امام بخاری کی تنقید ہم پہلے طریق کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی اس حدیث کے آخری الفاظ مدرج وغیر صحیح ہیں، لہٰذا محدثینِ کرام کی ایک جماعت اور بعض علماے احناف نے اس حدیثِ براء رضی اللہ عنہ کو ضعیف و نا قابلِ حجت قرار دیا ہے، لہٰذا اس سے دلیل اخذ کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث کی تضعیف پر وارد کیے جانے والے بعض اشکالات کے جواب سے ہم صرفِ نظر کر رہے ہیں، جسے تفصیل مطلوب ہو وہ ''التحقیق الراسخ'' محدّث گوندلوی (خصوصاً ص: ۱۱۹، ۱۲۰) دیکھ سکتا ہے اور اگر اسے صحیحین وسنن کی متواتر حدیث کے سامنے لایا جائے تو اس میں معارضے کی تاب نہیں ہے، لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیں، تب بھی علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کے بہ قول یہ صرف بیانِ جواز کے لیے ہے۔ یہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی رفع یدین کو ثابت کرنے والی احادیث کی معارض نہیں ہو سکتی۔[3]

چوتھی دلیل:

مانعینِ رفع یدین کی چوتھی دلیل وہ حدیث ہے، جو خلافیاتِ بیہقی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جس میں ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَا يَعُودُ))[4]

[1] التقريب (ص: ٤٥٨) شفاء الغلل شرح كتاب العلل في آخر تحفة الأحوذي (١٠/ ٤٨٦۔ ٤٨٨)

[2] عون المعبود أيضاً.

[3] المحلّٰى و التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢)

[4] التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢) نصب الراية (١/ ٤٠٤)

''نبی اکرم ﷺ نماز کا آغاز کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔''

اس کی استنادی حیثیت:

اس حدیث کو روایت کرکے خود امام بیہقی ہی نے اسے باطل ومن گھڑت قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ زیلعی نے ''نصب الرایة'' میں نقل کیا ہے:

''قَالَ الْبَیْهَقِيُّ: قَالَ الْحَاکِمُ: هٰذَا بَاطِلٌ مَوْضُوْعٌ، لَا یَجُوْزُ أَنْ یُّذْکَرَ اِلَّا عَلٰی سَبِیْلِ الْقَدْحِ''[1]

''امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت باطل و من گھڑت ہے اور اسے بیان کرنا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ اس پر نقد و جرح کرنا مقصود ہو۔''

آگے امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت امام مالک کے طریق سے ہے، جب کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے برعکس اثباتِ رفع یدین کی صحیح حدیث پہنچی ہے اور امام دارقطنی نے اس روایت کو ''غرائب الإمام مالك'' میں ذکر نہیں کیا۔

حافظ ابنِ حجر نے ''التلخیص الحبیر'' میں لکھا ہے:

''وَهُوَ مَقْلُوْبٌ مَوْضُوْعٌ''[2] ''یہ روایت مقلوب اور من گھڑت ہے۔''

معلوم ہوا کہ امام حاکم و بیہقی کے نزدیک یہ حدیث باطل ومن گھڑت ہے۔ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے ان کے نقد و جرح کو ذکر کرکے کوئی تردید نہیں کی، جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ بھی ان کے موافق ہی رائے رکھتے تھے اور امام دارقطنی کے اِسے ''غرائبُ الإمام مالك'' میں ذکر نہ کرنے کا تذکرہ کرکے علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے گویا

---

[1] نصب الرایة (١/ ٤٠٤)

[2] التلخیص (١/ ١/ ٢٢٢)

امام حاکم و بیہقی رحمہما اللہ کی صریح تائید کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے مقلوب و من گھڑت کہا ہے۔

اس حدیث کو "المنار المنیف" میں نقل کر کے علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"وَمَنْ شَمَّ رَوَائِحَ الْحَدِيْثِ عَلٰى بُعْدٍ شَهِدَ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ مَوْضُوْعٌ"[1]

"جس نے علمِ حدیث کی دور سے خوشبو بھی سونگھی ہے، وہ حلفیہ شہادت دے گا کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔"

مانعین کا اعتراض:

بعض علماے احناف مثلاً علامہ مغلطائی، علامہ عابد سندھی اور ماضی قریب کے علامہ کاشمیری وغیرہ نے امام حاکم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور کہا ہے کہ جب تمام راوی بہ ظاہر ثقہ ہیں تو پھر اس سندِ حدیث کو صحیح تسلیم کر لینے میں پس و پیش کیوں اور جب سند صحیح ہے تو یہ حدیث باطل و موضوع کیوں؟

جواب:

ان کے اس اعتراض کے کئی جوابات دیے گئے ہیں:

1. سب سے پہلی بات تو یہ کہ علامہ زیلعی نے "نصب الرایة" میں لکھا ہے:

"وَصِحَّةُ الْأَسْنَادِ يَتَوَقَّفُ عَلٰى ثِقَةِ الرِّجَالِ، وَلَوْ فُرِضَ ثِقَةُ الرِّجَالِ لَمْ يَلْزَمْ مِّنْهُ صِحَّةُ الْحَدِيْثِ حَتّٰى يُنْتَفٰى مِنْهُ الشُّذُوْذُ وَالْعِلَّةُ"[2]

"اسناد کی صحت اس کے راویوں کی ثقاہت پر موقوف ہوتی ہے اور اگر کسی سند کے راوی ثقہ ہوں تو اُس سے اُس حدیث کا صحیح ہونا ضروری و لازم نہیں ہوتا، جب تک کہ شذوذ اور علت کی نفی نہ ہو جائے۔"

---

[1] المنار المنیف (ص: ١٣٦)

[2] نصب الرایة (١/ ٣٤٧)

اسی سے ملتی جلتی بات علامہ ابن الجوزی نے اپنی ”الموضوعات“ (۱/ ۹۹، ۱۰۶) میں بھی کہی ہے اور لکھا ہے کہ کتنی ہی ایسی احادیث ہیں، جن کے تمام راوی تو ثقہ ہیں، لیکن شذوذ وعلل کی بنا پر محدثینِ کرام نے انھیں منکر و باطل اور موضوع و من گھڑت کہا ہے۔

۲ دوسری بات یہ کہ عبداللہ بن عون الخزاز سے پہلے کی سند علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کی، البتہ مولانا عبدالرشید نعمانی نے ”حاشية شرح ابن ماجه“ [مَا تَمُسُّ اِلَیْهِ الْحَاجَةُ، ص: ٤٨] میں مغلطائی کی شرح ابنِ ماجہ سے اس کی سند نقل کی ہے، جو یوں ہے: ”محمد بن غالب ثنا أحمد بن محمد البراثی ثنا عبداللّٰہ بن عون“۔

اب اس سند میں محمد بن غالب کون اور کس درجے کا راوی ہے؟ اس کا علم نہیں اور اگر اسے محمد بن غالب تمتام مان لیا جائے، جو احمد بن محمد سے روایت کرتے ہیں تو بھی امام بیہقی کی ان سے ملاقات ناممکن ہے، جب کہ تمتام کا سنہ وفات ۲۸۳ھ ہے۔[1] جبکہ امام بیہقی کا سنِ ولادت ۳۳۴ھ ہے۔[2]

گویا تمتام امام بیہقی کی ولادت سے ۵۱ سال پہلے وفات پا چکے تھے، لہٰذا لقا وسماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پھر تمتام امام حاکم کے بھی استاد نہیں، کیونکہ امام حاکم کا سنہ پیدائش ۳۲۱ھ ہے۔[3]

ظاہر ہے کہ امام حاکم کی ولادت سے ۳۸ سال قبل وہ وفات پا چکے تھے، لہٰذا اس روایت کی سند ہی مجہول ہے۔ اب اس کے صحیح ہونے کی رٹ لگائے چلے جانا کہاں کا انصاف ہے؟

---

[1] تاریخ بغداد (۳/ ١٤٦) تذکرة الحفّاظ (۲/ ٦١٥)

[2] تذکرہ (۳/ ۱۱۳۲)

[3] تذکرہ (۳/ ۱۰۳۹)

مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اپنے رسالہ ''مسئلہ رفع الیدین'' (ص: ۱۴) میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف نے اس حقیقت کا اظہار جب مولف "ما تمس إليه الحاجة" سے کیا تو وہ ششدر رہ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ البتہ غور و فکر کے بعد جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ دیدہ باید!''

۳ امام مالک کے واسطے سے یہی روایت صحیح بخاری اور جزء رفع الیدین امام بخاری، مسند شافعی (ص: ۱۷)، موطا امام محمد (ص: ۶۵) مسند احمد (۳/ ۱۸) صحیح ابی عوانہ (۲/ ۹۱) صحیح ابن حبان (۳/۲۵۳) شرح معانی الآثار طحاوی (۱/ ۱۳۱) سنن کبریٰ بیہقی (۲/ ۶۹) اور سنن نسائی (۱/۱۰۲، ۱۲۶) میں مختلف اسانید سے مروی ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک کے بیس (۲۰) تلامذہ اُن سے رفع یدین کے راوی ہیں:

''وَهُوَ الصَّوَابُ''[1] ''انہی کی روایت صحیح بھی ہے۔''

علامہ زیلعی نے بھی ''نصب الرایۃ'' میں اسے ملخصاً نقل کیا ہے۔[2]

اب یہ دھاندلی نہیں تو اور کیا ہے کہ امام مالک سے جو روایت متعدد صحیح اسانید سے مروی ہے، اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس روایت کو صحیح باور کروانے کی کوشش کی جائے، جو مجہول سند سے مروی ہے؟ پھر معلوم نہیں کہ زیادتِ ثقہ کا اصول کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے اور وہ بھی کسی ایک سے نہیں، بلکہ بیس (۲۰) سے ہے، ایسے ہی شاذ کی تعریف بھی ذہن میں رکھ کر فیصلہ کیجیے کہ اس روایت کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟

---

[1] التمهيد (٥/ ٦١ قلمي) التقصّي (ص: ١٤٠) الاستذكار (٢/ ١٢٢)

[2] نصب الراية (١/ ٤٠٨۔ ٤٠٩)

④ امام مالک نے یہ روایت امام زہری سے بیان کی ہے، جب کہ امام زہری سے امام مالک کے علاوہ امام معمر، اوزاعی، زبیدی، یحییٰ بن سعید، یونس بن یزید، سفیان بن عیینہ، شعیب، عقیل بن خالد، محمد بن اسحاق اور سفیان بن حسین رحمہم اللہ نے بھی روایت بیان کی ہے اور رفع یدین کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' اور دیگر کتب میں ذکر کیا ہے، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام زہری کی روایت میں رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔

⑤ محمد بن غالب گو ثقہ ہیں، لیکن حافظے میں کچھ کمزوری ہونے کی وجہ سے وہ احادیث میں غلطیاں کر جایا کرتے تھے، چناں چہ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ اِلَّا أَنَّهٗ يُخْطِئُ''[1]

''وہ ثقہ مامون ہیں، مگر خطا کر جایا کرتے ہیں۔''

لہٰذا ان کی یہ روایت امام زہری اور امام مالک کے معروف اور جمِ غفیر رواۃ کے مقابلے میں کیوں کر قابلِ قبول ہوسکتی ہے؟ کیا بعید کہ اسی غلطی کی بنا پر ان سے یہ روایت مقلوب ہوگئی، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔

⑥ اس حدیث کے راویِ اول حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جاچکی ہے اور ان سے یہ روایت سالم رحمہ اللہ نے بیان کی ہے اور وہ بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔[2]

ابن القاسم کی روایت سے قطع نظر خود امام مالک رحمہ اللہ کا آخری عمل بھی صحیح تر روایت کے مطابق رفع یدین کرنا ہی تھا، جیسا کہ تفصیل گزری ہے، حتیٰ کہ امام محمد بھی اہلِ مدینہ کا عمل رفع یدین کرنا ہی ذکر کر چکے ہیں، جن سے ان کی مراد اولاً امام مالک

[1] تذکرہ (۲/ ٦١٥)

[2] سنن الترمذي (١/ ٢١٩) شرح السنة للبغوي (٣/ ٢٢) فتح الباري (٢/ ٢٢١) عمدة القاري (٣/ ٥/ ٢٧٥)

ہی ہیں، جس کی تفصیل "الحجة علٰی أهل المدينة" (١/ ٩٤) میں دیکھی جا سکتی ہے، لٰہذا جب یہ روایت مسلسل بالعمل بھی نہیں ہے تو خود علماے احناف کے اپنے اصول کی رُو سے یہ منسوخ قرار پاتی ہے اور وہ اصول علامہ عبدالقادر القرشی نے یوں بیان کیا ہے:

"اَلْقَاعِدَةُ الْأُصُولِيَّةُ الْعَظِيمَةُ الْمَشْهُورَةُ أَنَّ الرَّاوِيَ إِذَا عَمِلَ بِخِلَافِ مَا رَوٰى فَالْعِبْرَةُ بِمَا رَأٰى لَا بِمَا رَوٰى ..."[1]

"ایک عظیم و مشہور اصولی قاعدہ یہ ہے کہ راوی جب اپنی ہی روایت کے خلاف عمل کرے تو اعتبار اس کی رائے [عمل] کا ہوگا نہ کہ روایت کا۔"

اب یہ قاعدہ اصولیہ عظیمہ مشہورہ یہاں کارفرما کیوں نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ علامہ مغلطائی، زیلعی اور کشمیری (نيل الفرقدين، ص: ١٢٧) اس روایت کی سند پوری ذکر نہیں کرتے؟ کچھ تو ہے کہ جس کی پردہ داری ہے اور بقول مولانا ابو الاشبال صغیر احمد شاغف (بہاری، پاکستانی، سعودی):

"امام بیہقی اور حاکم، عبداللہ بن عون سے تو روایت نہیں کرتے۔"[2]

ان دونوں ائمہ اور عبداللہ کے مابین جو سلسلۂ رواۃ ہے، اسے نقل کرنے میں افشاے راز ہی کا خطرہ ہوسکتا ہے۔[3]

غرض کہ اس روایت سے استدلال بھی صحیح نہیں ہے۔

پانچویں دلیل:

مانعین کی پانچویں دلیل بھی "الخلافيات للبيهقي" ہی میں ایک تابعی

---

[1] كتاب الجامع (٢/ ٤٢٧) من الجواهر المضيئة.

[2] صراط مستقیم اور اختلافِ امت از مولانا شاغف (ص: ١٩٢)

[3] تفصیل کے لیے دیکھیں: مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ، تالیف مولانا ارشاد الحق صاحب اثری (ص: ١١٢۔ ١٧)

عباد بن زبیر رحمہ اللہ سے مرسلا مروی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاۃَ رَفَعَ یَدَیْهِ فِيْ أَوَّلِ الصَّلَاۃِ، ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْهُمَا فِيْ شَيْئٍ حَتّٰی یَفْرُغَ))[1]

''نبی مکرم ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو رفع یدین کرتے اور اس کے بعد سلام پھیرنے تک کسی موقع پر بھی رفع یدین نہ کرتے۔''

اس حدیث کی حالت:

یہ روایت مرسل ہے، جو جمہور محدثینِ کرام کے نزدیک حجت نہیں ہوتی، کیوں کہ ارسال کرنے والے نے، جس راوی کا ذکر نہیں کیا ہوتا، کیا معلوم کہ وہ کیسا ہے؟ اس کے ضعیف ہونے کے امکان کی وجہ سے مُرسل کو ضعیف شمار کیا جاتا ہے، اس کی تفصیل امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں اور امام ترمذی نے ''العلل'' میں بیان کی ہے۔[2]

مرسل عباد کی سند کے بعض رواۃ کے بارے میں حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے عدمِ اطمینان کا اظہار کیا ہے۔[3]

اب ایسی مرسل روایت بھلا کس طرح مرفوع و متصل اور صحیح احادیث کی معارض ہوسکتی ہے؟

یہاں یہ وضاحت بھی کر دیں کہ بعض فقہا و ائمہ کے نزدیک مرسل حجت ہے، لیکن یہ اس وقت ہے، جب کسی موضوع کے بارے میں کوئی مرفوع و متصل صحیح

[1] نصب الرایة (۱/ ٤٠٤) المنار المنیف لابن القیم (ص: ١٣٦) انھوں نے اسے من گھڑت قرار دیا ہے۔ الدرایة علیٰ الهدایة (۱/ ۱۱۳)

[2] دیکھیں: مقدمة صحیح مسلم مع شرح النووي (۱/ ۱/ ۳۰) مجلة ''منار الإسلام'' (جلد ۱۸ شمارہ ٤، ص: ۱۸۔ ۲٦) کتاب العلل الترمذي مع شرحه شفاء الغلل (۱۰/ ٥١٤۔ ٥١٩)

[3] دیکھیں: الدرایة علیٰ الهدایة (۱/ ۱۱۳)

حدیث نہ ہو اور صرف مرسل ہی ملے تو پھر وہ قابلِ عمل ہے، پھر یہ بات بھی متفق علیہ نہیں، بلکہ بعض ائمہ وفقہا کے نزدیک ایسا ہے اور پھر اس کا یہ معنیٰ بھی نہیں کہ صحیح و مرفوع اور متصل حدیث کو چھوڑ کر مُرسل کو لے لیا جائے۔[1]

چھٹی دلیل:

مانعینِ رفع یدین کی طرف سے چھٹی دلیل کے طور پر وہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے، جو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اور موقوفاً اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً جزء رفع الیدین امام بخاری [تعلیقاً]، مسند بزار، معجم طبرانی، مصنف ابن ابی شیبہ [موقوفاً] مستدرکِ حاکم اور سنن کبریٰ بیہقی میں مروی ہے، جس میں ہے:

((تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فِي اِسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ، وَعَلَى الصَّفَا، وَالْمَرْوَةِ، وَبِجَمْعٍ، وَفِي الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ))[2]

”ان سات مقامات پر رفع یدین ہے: نماز کے آغاز میں، استقبالِ کعبہ کے وقت، صفا پر، مروہ پر، مزدلفہ میں مشعر الحرام پر، جمرۂ اولیٰ پر رمی کے بعد، جمرۂ وسطیٰ پر رمی کے بعد۔“

محدثینِ کرام کے نزدیک اس کا مقام:

اس حدیث کو کبار محدثینِ کرام نے ضعیف قرار دیا ہے، حتیٰ کہ علامہ زیلعی نے ”نصب الرایۃ“ میں نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کر کے لکھا ہے کہ شعبہ کے بہ قول اس کے ایک راوی حَکم کا مقسم سے سماع ہی صرف چار احادیث میں ثابت ہے اور یہ ان میں سے نہیں، لہٰذا یہ نہ صرف مرسل بلکہ غیر محفوظ بھی ہے،

[1] دیکھیں: صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت از مولانا صغیر احمد شاغف (ص: ۱۹۹۔۲۰۰)

[2] جزء رفع اليدين تعليقاً (ص: ٧٢) نصب الراية (١/ ٣٩٠، ٣٩١، ٣٩٢)

کیوں کہ نافع کے اصحاب نے اس کے خلاف کہا ہے۔[1]

انھوں نے مانعین کے نزدیک بھی اس حدیث کے خود پوری طرح قابلِ عمل نہ ہونے کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں، جنھیں ہم تھوڑا بعد میں پیش کرنے والے ہیں۔

پھر اس حدیث کا تمام تر انحصار محمد بن ابی لیلیٰ پر ہے، جس کے بارے میں تفصیل ذکر کی جا چکی ہے کہ وہ سخت خراب حافظے والا تھا، اگرچہ صدوق تھا اور امام احمد کے نزدیک قابلِ حجت نہیں تھا، حتیٰ کہ امام بیہقی نے اسے غیر قوی اور خود امام بزار نے اسے ''لَیْسَ بِالْحَافِظِ'' کے الفاظ سے مجروح قرار دے دیا ہے۔[2]

اس حدیث کے سلسلے میں دوسری بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر اسے صحیح بھی مان لیں تو یہ حصر کے صیغے سے وارد نہیں ہوئی، بلکہ ((تُرْفَعُ الْأَیْدِيُ)) کہا گیا ہے، یعنی ان سب مواقع پر ہاتھ اٹھائے جائیں۔ یہ نہیں کہا گیا ''لَا تُرْفَعُ الْأَیْدِيُ اِلَّا فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ'' کہ ان مواقع کے سوا کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ امام بزار نے بھی اسے روایت کر کے یہ نقطہ اٹھایا ہے۔[3]

یعنی ان الفاظ کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہ بنتا ہے کہ جس طرح دیگر مواقع پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، ان سات مواقع پر بھی ہاتھ اٹھانے چاہییں۔ یہ معنیٰ بنتا ہی نہیں کہ ان سات کے علاوہ کسی موقع پر ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے اور ''لَا تُرْفَعُ الْأَیْدِيُ اِلَّا فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ'' کے حصر والے الفاظ سے یہ حدیث صحیح ہو ہی نہیں سکتی، کیوں کہ اس حدیث میں وارد سات مواقع کے علاوہ بھی ہاتھ اٹھانے کے مواقع موجود ہیں، جنھیں خود مانعینِ رفع یدین بھی مانتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک نماز عیدالفطر اور نماز عیدالاضحیٰ کی

[1] نصب الراية (١/ ٣٩٠) جزء رفع اليدين (ص: ٧٣)

[2] حواله جات سابقه.

[3] نصب الراية (١/ ٣٩١)

تکبیراتِ زوائد کے ساتھ، جو ان کے بہ قول چودہ بنتی ہیں، رفع یدین کرنی چاہیے، جب کہ اس ابن ابی لیلیٰ سے مروی حدیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے اور بعض فقہائے کوفہ کے نزدیک جنازے کی چاروں تکبیروں کے ساتھ چار مرتبہ ہی رفع یدین ہے اور ان کا بھی اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

سات (7) کے علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین:

نبی اکرم ﷺ سے ان سات مواقع کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ امام بخاری نے وہ احادیث روایت کی ہیں، جن میں ان سات مواقع کے علاوہ بھی رفع یدین ثابت ہے۔

١ پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ))

''نبی اکرم ﷺ نمازِ استسقاء میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔''

٢ دوسری حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جس میں ہے:

((إِنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُوْ رَافِعاً يَّدَيْهِ يَقُوْلُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، فَلَا تُعَاقِبْنِي، أَيُّمَا رَجُلٍ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ آذَيْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ، فَلَا تُعَاقِبْنِي فِيْهِ))

''انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اٹھائے دعا کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''اے اللہ! میں بشر ہوں، مجھے سزا نہ دینا۔ اگر میں نے مومنوں میں سے کسی کو اذیت پہنچائی ہو یا برا بھلا کہا ہو تو اس پر مجھے سزا نہ دینا۔''

٣ تیسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اِسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْقِبْلَةَ، وَ تَهَيَّأَ، وَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَ قَالَ:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِھِمْ))

''نبی اکرم ﷺ قبلہ رو ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا کی: اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت دے اور انھیں میرے پاس لے آ۔''

۴ چوتھی حدیث حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک ساتھی سے متعلق ہے، جس میں ہے کہ خواب میں حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کو دیکھا کہ اللہ نے اس کی ایک غلطی معاف فرما دی ہے، البتہ ایک ہاتھ کی رگ انھوں نے خود کاٹی تھی، اس کے بارے میں انھیں کہا گیا کہ یہ تو نے خود بگاڑا ہے، اسے میں صحیح نہیں کروں گا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے خواب کا یہ واقعہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی:

((اللّٰھُمَّ وَلِیَدَیْهِ فَاغْفِرْ، فَرَفَعَ یَدَیْهِ))

''اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔''

۵ پانچویں حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو میں نے بریرہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بھیجا، تاکہ دیکھے کہ آپ ﷺ کہاں گئے ہیں؟ انھوں نے واپس آ کر بتایا کہ آپ ﷺ بقیع الغرقد کی طرف تشریف لے گئے:

((فَوَقَفَ مَوْقِفاً فِي أَدْنَی الْبَقِیعِ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ))

''وہاں آپ ﷺ بقیع کے اندر شروع میں ایک جگہ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھائے [دعا فرمائی] اور پھر چل دیے۔''

۶ چھٹی حدیث میں محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں:

((أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَی النَّبِيَّ ﷺ یَدْعُو عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّیْتِ

بَاسِطاً كَفَّيهِ))

”مجھے اس نے خبر دی ہے، جس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ مدینے کے ایک مقام [احجارِ زیت] پر کھڑے ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے تھے۔“

۷ ساتویں حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَافِعاً يَّدَيْهِ حَتّٰى بَدَا ضَبْعَاهُ يَدْعُوْ، بِهِنَّ لِعُثْمَانَ رضی اللہ عنہ))

”میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھائے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلیں ظاہر ہو گئیں۔“

۸ آٹھویں حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ، وَ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ))

”نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا: جو طویل سفر کرے۔ اس کا لباس اور سر کے بال پراگندہ ہوں اور اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر پکارے، اے میرے رب! اے میرے رب! جب کہ اس کا کھانا پینا، لباس اور غذا سب حرام کی کمائی سے ہوں تو اللہ اس کی دعا کہاں قبول کرے گا؟“

۹ نویں حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید کی بیوی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں ولید کے خلاف شکایت لے کر حاضر ہوئی کہ وہ اسے مارتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ جا کر اپنے شوہر سے اس طرح کہو، وہ دوبارہ آئی اور عرض کرنے لگی کہ وہ اب بھی مارتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اس

سے یہ اور یہ کہو۔ وہ سہ بارہ حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ وہ اب بھی مارنے سے باز نہیں آتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا کر اسے یوں اور یوں کہو، لیکن جب وہ پھر بھی باز نہ آیا:

((فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَدَهٗ وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِالْوَلِيْدِ))

''تو نبی مکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اٹھایا اور دعا کی: اے اللہ! ولید کو بس تو ہی سمجھ۔''

10 دسویں حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کا ایک واقعہ بتایا ہے کہ ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی اور بارشیں نہ ہوئیں تو ایک صحابی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دورانِ خطبہ آ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! خشک سالی کے سبب زمین بنجر ہو رہی ہے اور مال مویشی مرنے لگے ہیں: ((فَرَفَعَ يَدَيْهِ)) تو نبی اکرم ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور اللہ سے بارش طلب کی۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ابھی ہم نے جمعہ بھی نہیں پڑھا تھا کہ بارش شروع ہو گئی، حتیٰ کہ گھر جانا مشکل ہو گیا اور آٹھ دن تک بارش ہوتی رہی، پھر [اگلے جمعے میں] اسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بارشوں کی وجہ سے مکان گر رہے ہیں اور قافلوں کے لیے سفر کرنا مشکل ہو گیا ہے، اس پر نبی اکرم ﷺ نے تبسّم فرمایا کہ بنی آدم کتنی جلدی گھبرا جاتا ہے، پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا))

''اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش نازل فرما، ہمارے اوپر نہیں۔''

تب جا کر مدینہ طیبہ سے بارش ٹلی اور آسمان کھل گیا۔

11 گیارھویں حدیث یا اثر میں سیدنا ابو عثمان بیان فرماتے ہیں:

((كُنَّا نُصَلِّيْ، وَ عُمَرُ يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ يَقْنُتُ بِنَا عِنْدَ الرُّكُوْعِ،

يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ كَفَّاهُ وَ يَخْرُجُ ضَبْعَاهُ))

''ہم نماز پڑھتے اور حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ ہمیں جماعت کراتے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت کرتے تو دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ ہتھیلیاں اونچی اور بغلیں کھل جاتیں۔''

یہی اثر ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، اس میں ابو عثمان کے الفاظ ہیں:

((كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوْتِ))

''عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعائے قنوت میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔''

١٢ بارھویں حدیث یا اثر میں اسود اپنے والد کے حوالے سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ (ابنِ مسعود) کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

((إِنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِّنَ الْوِتْرِ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ))

''وہ وِتر کی آخری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت کرتے اور پھر رکوع کرتے تھے۔''

ان بارہ احادیث و آثار کو با سند نقل کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ تمام احادیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہیں اور ان میں باہم کوئی تضاد و اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ یہ مختلف مواقع سے تعلق رکھتی ہیں۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کردہ ان بارہ احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سات مواقع والی حدیث میں مذکورہ مقامات کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی رفع یدین کیا کرتے تھے، ان میں سے بعض تو نماز سے باہر دعا میں ہیں، بعض خطبۂ جمعہ کے دوران اور بعض نماز کے دوران ہیں۔ جب

[1] جزء رفع اليدين (ص: ٧٢۔ ٧٨)

ان سات مواقع کے علاوہ اتنے سارے دوسرے مواقع پر بھی رفع یدین ثابت ہے تو پھر اس حدیث سے استدلال کا کوئی معنی ہی نہیں رہ جاتا۔

ایک اور بات:

یہاں یہ بات ذکر کر دینا بھی شاید فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ ان سات مقامات پر رفع یدین والی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، جب کہ وہ تو خود رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے قائل و فاعل تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالے "جزء رفع الیدین" میں لکھا ہے کہ امام طاؤس، ابو حمزہ اور عطا رحمہم اللہ کہتے ہیں:

((إِنَّهُمْ رَأَوُا ابْنَ عَبَّاسٍ رَفَعَ يَدَيْهِ عِنْدَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ... الخ))[1]

"انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انھوں نے رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی...۔"

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی رفع یدین کیا کرتے تھے، بلکہ نہ کرنے والے کو کنکریاں مارا کرتے تھے، جیسا کہ اس موضوع کے حصۂ اول میں تفصیل ذکر کی جا چکی ہے، لہٰذا مانعین کے اپنے ایک اصول کی رو سے یہ روایت ہی منسوخ ٹھہرتی ہے۔ کچھ بھی ہو، بہر حال یہ روایت اس قابل نہیں کہ اسے ترکِ رفع الیدین کے لیے پیش کیا جا سکے۔

قارئین کرام! احادیث میں سے تو قدیم مانعینِ رفع یدین کی طرف سے یہی دلائل دیے جاتے رہے ہیں، جن کا تجزیہ ہم نے پیش کر دیا ہے، جب کہ بعض روایات ایسی بھی ہیں، جنھیں سمجھ دار لوگ پیش ہی نہیں کرتے، جیسے حضرت انس و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما

[1] جزء رفع الیدین (ص: ٤٤، ٤٥، ٦٣، ٦٤)

سے مروی وہ روایات، جن میں رفع یدین کرنے والے کی نماز کو فاسد قرار دیا گیا ہے اور محدثین نے انھیں موضوع و من گھڑت کہا ہے۔[1]

ایک نئی دلیل:

مدونہ ابن القاسم میں ابن وہب عن مالک عن ابن شہاب عن سالم کے طریق سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ))[2]

''نبی مکرم ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو دونوں کندھوں تک اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔''

اس حدیث کو سب سے پہلے اس غرض سے غالباً علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے ''نیل الفرقدین'' (ص: ۱۲۸) میں پیش کیا اور پھر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ''معارف السنن'' میں ذکر کیا۔

اس روایت سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ اگرچہ اس میں بہ وقتِ رکوع رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا ذکر ہی نہیں، لیکن چوں کہ ابن القاسم نے اسے عدمِ رفع یدین کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، لہٰذا یہ اس کی دلیل ہے۔

اس دلیل کا حال:

اس حدیث سے استدلال کئی وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں:

① حافظ ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں ذکر کیا ہے کہ ابن وہب اور ابن قاسم

[1] التلخیص الحبیر (۱/ ۱/ ۲۲۲)

[2] المدونة (۱/ ۶۹) بحوالہ مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ از مولانا ارشاد الحق اثری (ص: ۱۷)

امام مالک سے رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ علامہ زیلعی نے "نصب الراية" (١/ ٤٠٨) میں، علامہ بنّوری نے "معارف السنن" (٢/ ٤٧٣) میں اور علامہ کاشمیری نے "نيل الفرقدين" (ص:٣١) میں، علامہ ابن عبدالبر کا متعلقہ کلام نقل کیا ہے، یہی نہیں بلکہ ابن وہب کے طریق سے یہ روایت "السنن الكبرىٰ للبيهقي" (٢/ ٦٩)، "معرفة السنن والآثار للبيهقي" (١/ ٢١٤ قلمی اور اب یہ طبع بھی ہو چکی ہے) اور "شرح معاني الآثار للطحاوي" (١/ ١٣١) میں دیکھی جا سکتی ہے، جس کی سند بھی صحیح ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر بھی آیا ہے، لہٰذا یہ تسلیم کیے بغیر چارہ ہی نہیں رہتا کہ مدوّنہ کے راوی عبدالسلام سحنون نے اس مرفوع حدیث میں اختصار کیا ہے، پہلی جگہ کے رفع یدین کا ذکر کر دیا ہے، آگے کا نہیں کیا، جب کہ رکوع والی رفع یدین کا انکار بھی نہیں کیا اور "لسان الميزان" (٣/ ٨) کے مطابق حافظ ابو یعلی خلیلی نے کہا ہے کہ محدثینِ کرام کے نزدیک سحنون کا حافظہ پسندیدہ نہیں تھا، لہٰذا ان سے اس قسم کے اختصارِ مخل کے امکان کو ردّ کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

② ابن وہب امام مالک سے رفع یدین کی صرف روایت ہی بیان نہیں کرتے، بلکہ ان کا مذہب بھی یہی قرار دیتے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے "الاستذكار" (٢/ ١٢٤) میں، علامہ کاشمیری نے انھی کے حوالے سے "نيل الفرقدين" (ص: ٣١) میں اور علامہ بنّوری نے "معارف السنن" (٢/ ٤٥٣) میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی امام مالک کا یہی مسلکِ رفع یدین ہی نقل کیا ہے، جیسا کہ اس موضوع کے شروع میں ہم تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں اور یہ بھی بتا آئے ہیں کہ رفع یدین کے سلسلے میں امام مالک کا آخری اور صحیح تر قول اس کی سنّیت ہی ہے نہ کہ ترک اور ابن القاسم نے جو ترک کا قول

نقل کیا ہے، وہ اس میں متفرد ہیں۔

یہ سب وجوہات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ مدوّنہ میں ابن القاسم نے جو روایت سحنون سے نقل کی ہے، وہ مختصر ہے اوراس کی مفصل روایت میں رکوع والی رفع یدین کا ذکر بھی ہے، پھر مدوّنہ والی روایت میں ممانعت نہیں آئی، جب کہ یہ اصول معروف ہے کہ عدمِ ذکر، عدمِ وجود کی دلیل نہیں ہوا کرتا، لہٰذا مدوّنہ کی روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔[1]

بعض دیگر روایات:

ایسی ہی بعض دیگر روایات بھی ہیں، لیکن اتنی ضعیف بلکہ موضوع ہیں کہ خود مانعین میں سے ایک اسے پیش کرتا ہے تو دوسرا اس کی تردید کر دیتا ہے، جیسا کہ ایک روایت ہم اِس موضوع کے ضمن میں وہاں بھی ذکر کر چکے ہیں، جہاں ہم نے بتایا ہے کہ احادیثِ رفع یدین کی صحت وقوت کے پیشِ نظر کتنے ہی علما وفقہاے احناف بھی اس کے قائل و فاعل تھے، جن میں سے ایک امام ابو یوسف کے ملازمِ صحبت اور امام محمد کے شاگرد عصام بن یوسف بلخی بھی تھے۔

١ انھی کے تذکرے میں یہ روایت بھی گزری ہے، جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے، جس میں ہے:

((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ))[2]

''جس نے نماز میں رفع یدین کی، اس کی نماز فاسد ہوگئی۔''

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: مسئلہ رفع یدین... مولانا اثری (ص: ١٧۔ ١٩)، صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت... مولانا شاغف (ص: ١٩١۔١٩٢)، زینۃ الصلاۃ ورسالہ شیخ القرآن جناب پنج پیر اور احادیث رفع الیدین از مولانا عبدالعزیز نورستانی (ص: ١٠)

[2] المرعاۃ (٢/ ٢٥٤)

اس روایت کی تردید امام سبکی شافعی نے اور دیگر علماے احناف نے بھی کی ہے اور اسے شاذ قرار دیا گیا ہے۔

۲ اسی طرح المدخل امام حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

((مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَلَا صَلَاةَ لَهٗ))[1]

''جس نے نماز میں رفع یدین کی، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے: ''إِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ'' ''یہ موضوع اور من گھڑت ہے۔'' نیز علامہ ابن القیم نے بھی اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔[2]

۳ ایسی ہی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جسے امام جوزقانی اور امام ابنِ الجوزی نے ''الموضوعات'' (جس میں انھوں نے من گھڑت روایات جمع کی ہیں) میں ذکر کیا ہے۔[3]

۴ ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، جس میں ہے:

((كَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا رَكَعَ وَ كُلَّمَا رَفَعَ، ثُمَّ صَارَ اِلٰى اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَ تَرَكَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ))

''نبی اکرم ﷺ رکوع سے قبل و بعد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے افتتاحِ نماز والی رفع یدین کو اختیار کر لیا اور دوسری جگہوں والی کو ترک کر دیا۔''

امام ابن الجوزی نے اسے ''التحقیق'' میں لا کر کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکا ہے کہ اسے روایت کس نے کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے اس کے برعکس [سنّیتِ رفع یدین] مروی ہے۔

---

[1] نصب الراية (١/ ٤٠٤) التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢)

[2] المنار المنيف (ص: ١٣٦)

[3] نصب الراية (١/ ٤٠٥)

۵ ایسے ہی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور اس کے بارے میں بھی امام ابن الجوزی نے بعینہٖ وہی نقد وتبصرہ کیا ہے جو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی سابقہ روایت کے بارے میں ہے اور کہا ہے:

"وَمَا أَبْلَدَ مَنْ يَحْتَجُّ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ لِيُعَارِضَ بِهَا الْأَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ"[1]

''وہ کتنا کند ذہن شخص ہے، جو ان روایات سے حجت لے اور انھیں صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش کرے۔''

۶ ایک روایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف یوں منسوب کر دی گئی ہے:

((صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَخَلْفَ أَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَ خَمْسَةَ أَشْهُرٍ وَخَلْفَ عُمَرَ عَشَرَةَ سِنِيْنَ وَخَلْفَ عُثْمَانَ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَخَلْفَ عَلِيٍّ بِالْكُوْفَةِ خَمْسَ سِنِيْنَ، فَمَا رَفَعَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ وَحْدَهٗ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اور دو سال پانچ ماہ تک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے اور دس سال عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے اور بارہ سال عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے اور پانچ سال کوفے میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ان میں سے کوئی بھی تکبیرِ تحریمہ کے سوا کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔''

یہ روایت قطعاً من گھڑت ہے، جسے اصبغ بن خلیل (۳۵۰ھ) نے گھڑا ہے اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ۳۲ھ ہے، لہٰذا انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے مکمل بارہ سال تک کیسے نمازیں پڑھیں؟ پھر حضرت

[1] التلخيص الحبير (١/ ١/ ٢٢٢، ٢٢٣) نصب الراية (١/ ٤٠٥)

علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے کوفے میں کیا وہ دوبارہ زندہ ہو کر نمازیں پڑھتے رہے تھے؟[1]

⑦ ایسی ہی ایک خود ساختہ روایت ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ نے ”بدائع الصنائع“ میں یوں بیان کی ہے:

((رُوِيَ أَنَّهُ ﷺ رَأىٰ بَعْضَ أَصْحَابِهٖ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَ قَالَ: مَا لِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ، اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ))[2]

”بیان کیا جاتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رکوع سے قبل و بعد رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: ”کیا بات ہے کہ میں تمھیں سرکش گھوڑوں کے دُمیں ہلانے کی طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں؟ نماز میں پُر سکون رہا کرو۔“

اس روایت کے من گھڑت ہونے کا ثبوت صرف یہی کیا کم ہے کہ صحیح مسلم میں اس کا سیاق اس کے بالکل برعکس ہے، جیسا کہ مکمل تفصیلات مانعینِ رفع یدین کی پہلی دلیل کے ضمن میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

⑧ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف ایک اور روایت بھی منسوب کی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

((رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَعْنَا وَ تَرَكَ فَتَرَكْنَا))[3]

”نبی اکرم ﷺ نے رفع یدین کی، تو ہم نے بھی کی، آپ ﷺ نے

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ العلماء لابن الفرضي (۱/ ۹۳) ترتیب المدارك قاضی عیاض (۳/ ۱۴۳) میزان الاعتدال (۱/ ۲۶۹) لسان المیزان (۱/ ۴۵۸) مسئلہ رفع الیدین مولانا ارشاد الحق اثری (ص: ۸۔ ۹)

[2] بدائع الصنائع (۱/ ۲۰۷)

[3] بدائع الصنائع (۱/ ۲۰۸)

چھوڑی، تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔"

⑨ علامہ حسام الدین نے "نهاية شرح هداية" میں بھی ایسی ہی ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی موہوم راوی فرماتے ہیں:

((إِنَّهٗ رَأىٰ رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَ عِنْدَ الرَّفْعِ فَقَالَ: لَا تَفْعَلُ، فَإِنَّ هٰذَا شَيْئٌ فَعَلَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ تَرَكَهٗ))[1]

"انھوں نے ایک آدمی کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: ایسا نہ کرو، کیوں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کر دیا۔"

علامہ عینی نے "بناية شرح هداية" اور "عمدة القاري شرح صحيح البخاري" (۳/ ۵/ ۲۷۳) میں بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات حدیث کی کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری نے دعویٰ کرتے ہوئے اپنے رسالے (ص: ۱۱) میں لکھا ہے:

"یقین جانیے پوری دنیا کے منکرینِ رفع یدین مل کر بھی کوشش کریں تو ان الفاظ سے مذکورہ روایات ثابت نہیں کر سکتے۔"

ذکرِ رفع یدین سے خالی احادیث:

بعض اہلِ علم شاید اپنی کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے ترکِ رفع یدین کے دلائل کے طور پر اُن احادیث کو پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے، جن میں رفع یدین کا ذکر ہی نہیں آیا، جیسا کہ مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کی کتاب "اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم" (ص: ۱۲۴۔ ۱۲۵) ہے، جہاں موصوف نے دس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات کے حوالے ذکر کر دیے ہیں، لیکن کسی کا متن ذکر نہیں کیا اور متن ذکر نہ کرنے کے لیے

[1] نهاية شرح هداية، بحوالہ مسئلہ رفع الیدین از مولانا ارشاد الحق اثری (ص: ۱۰)

بہانہ یہ تراشا ہے کہ احادیث کا متن پیش کرنا طوالت کا موجب ہوگا، اس لیے صرف کتابوں کے حوالے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔[1]

حالاں کہ بات طوالت کی کم اور افشاے راز کی زیادہ لگتی ہے، کیوں کہ اگر موصوف ان احادیث کے متن بھی پیش کر دیتے تو پڑھنے والے بہ آسانی سمجھ سکتے تھے کہ ان دس صحابہ کی مشار الیہ احادیث میں سے کوئی ایک بھی حدیث ایسی نہیں ہے، جو تکبیرِ تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک کے تمام ارکان، فرائض و واجبات اور سنن و مستحباتِ نماز کو شامل ہو، بلکہ کسی میں کوئی احکام آ گئے ہیں اور کسی میں کوئی دوسرے مسائل، جن سے مجموعی طور پر ''مسنون طریقۂ نماز'' اخذ کرنا ہوگا اور جس طرح ان احادیث میں مختلف احکام آئے ہیں، اُسی طرح رفع یدین سے متعلق احادیث و آثار (جو ہم ذکر کر آئے ہیں) یہیں نقل کر دیں تو اس کا حکم اور بعض دیگر مسائل بھی مل جائیں گے اور چوں کہ معروف قاعدہ ہے:

''عَدَمُ ذِکْرِ الشَّیْئِ لَا یَسْتَلْزِمُ عَدَمَہٗ''

''کسی چیز کا عدمِ ذکر اس کے عدمِ وجود کو لازم نہیں ہوتا۔''

ان نصوصِ احادیث میں رفع یدین کے عدمِ ذکر سے رفع یدین کے عدمِ وجود پر استدلال جیسی بے قاعدگی اور خلاف ورزی کا راز فاش ہوتا تھا، لہٰذا انھوں نے (عدمِ طوالت) کے بہانے سے یہ راز فاش ہونے سے بچنے کی کوشش کی ہے، ورنہ ان احادیث سے ترکِ رفع یدین کا ثبوت ہی ہرگز نہیں ملتا، غرض کہ یہ روایات اس قابل نہیں کہ ان سے استدلال کیا جا سکے۔

چند نئی کاوشوں کا تحقیقی جائزہ:[2]

آیئے اب یہاں آپ کو دو ایک ''قطعی نئے دلائل'' سے بھی روشناس کرواتے

[1] حوالہ مذکورہ (ص: ۱۲۳)

[2] اس سلسلے میں ہمارا اصل ماخذ تقریباً اِسی عنوان پر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا رسالہ ہے۔

جائیں، جو دراصل بعض مانعین کے نزدیک ایک معرکہ آرا ''انکشاف'' کی حیثیت رکھتے ہیں، اگرچہ علمی دنیا میں وہ کوئی متوقّع کھلبلی بھی نہیں مچا سکے، تاہم انھیں بعض علما کی طرف سے بڑے ادّعا کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

ہمارے انھیں ''قطعی نئے دلائل'' اور معرکہ آرا ''انکشاف'' کہنے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ مانعینِ رفع یدین میں ائمہ وفقہاے احناف ہیں اور چوتھی صدی سے لے کر آج تک کے عرصۂ ایک ہزار سال کے دوران ہی امام طحاوی، علامہ مرغینانی صاحبِ ہدایہ، امام ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر شرح ہدایہ، علامہ بدر الدین عینی صاحبِ عمدۃ القاری، علامہ کاسانی صاحبِ بدائع الصنائع، علامہ ابن الترکمانی صاحبِ الجوہر النقی علیٰ السنن الکبریٰ للبیہقی، حضرت مُلا علی قاری صاحبِ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں سے کسی نے بھی ان دلائل کو پیش نہ کیا، حتیٰ کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن، علامہ شوق نیموی صاحبِ آثار السنن، علامہ انور شاہ کاشمیری جو ماضی قریب ہی میں گزرے ہیں، ان کی نظر بھی ان دلائل کی طرف نہ گئی اور حد تو یہ ہے کہ علاّمہ کاشمیری کے شاگردِ رشید اور برصغیر کے معروف عالم مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ تو ابھی کل کی بات ہیں، انھوں نے بھی اپنی معارف السنن وغیرہ میں انھیں نقل نہیں کیا اور احناف کی دوسری شاخ کے بانی خان صاحب فاضل بریلوی اور بریلویت کے وکیل مفتی احمد یار خان اور ان کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی وغیرہ نے بھی کبھی انھیں پیش نہیں کیا۔

لہٰذا اگر اب کوئی صاحب ان سے استدلال کریں تو پھر یقیناً یہ ایک ''نیا انکشاف'' ہی ہوسکتا ہے اور اس انکشاف کا سہرا شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے شاگرد مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی (نور الصباح في ترك رفع اليدين بعد الافتتاح، ص: ۵۳)، مولانا محمد یوسف لدھیانوی (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم، ص: ۱۱۰۔۱۱۲)، ماسٹر ابو معاویہ محمد امین اوکاڑوی (تحقيق مسئلة

رفع اليدين، ص: ٨٧) اورمولانا ابو الطاہر غلام علی اعوان (أحاديث سيّد الكونين في ترك رفع اليدين، ص:٣٥، ٣٦) وغیرہ کے سر ہے، جب کہ اس انکشاف میں ان کا بھرپور تعاون مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے کیا ہے، جنھوں نے مسند حمیدی کو ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔[1]

پہلا انکشاف:

اُن انکشافات میں سے پہلے انکشاف کے طور پر وہ حدیث پیش کی گئی ہے، جو صحیح ابی عوانہ میں ہے، جسے مسند ابی عوانہ بھی کہا جاتا ہے، اس میں سالم اپنے والد حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا [وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ] مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ، لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ))[2]

”میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے آغازِ نماز میں دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں [اور بہ قولِ بعض: کے برابر] تک اُٹھایا اور جب آپ ﷺ نے رکوع کا ارادہ فرمایا اور جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا اور آپ ﷺ دو سجدوں کے مابین رفع یدین نہیں کرتے تھے اور بعض (”لَا يَرْفَعُهُمَا“ کے بجائے ”وَلَا يَرْفَعُ“ سے) بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور ان ہر دو کا معنی ایک ہی ہے۔“

---

[1] مسند حميدي بتحقيق أعظمي (٢/ ٢٧٧)

[2] صحيح أبي عوانة (٢/ ٩٠) بحوالہ جات مذکورہ از اثری و بہاری.

اب اس حدیث سے بھی ترکِ رفع یدین پر استدلال کیا جانے لگا ہے، حالاں کہ تھوڑا عرصہ پہلے تک کسی نے اس سے استدلال نہیں کیا۔

عدمِ صحتِ استدلال کی 6 وجوہات:

اس حدیث سے استدلال کے صحیح نہ ہونے کا اندازہ تو اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ اس حدیث کو امام ابوعوانہ جس باب کے تحت لائے ہیں، وہ یوں ہے:

"بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ بِحِذَاءِ مَنْكِبَيْهِ وَلِلرُّكُوعِ وَلِرَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَنَّهُ لَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ"

''اس بات کا بیان کہ نماز کے آغاز میں، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کندھوں کے برابر تک رفع یدین ہے اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں ہے۔''

اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور سجدوں کے درمیان بھی نہیں اٹھاتے تھے۔''[1]

جب کہ یہ ترجمہ اصل نص سے قدرے مختلف ہے۔ اصل ترجمہ وہ ہے، جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ہماری اس بات کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث اثباتِ رفع یدین کے لیے روایت کی ہے نہ کہ ترک کے لیے، جیسا کہ ان کی تبویب کے الفاظ بھی ہم نے ذکر کیے ہیں اور اس کا تو گمان کرنا بھی امام ابوعوانہ کی

[1] اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم (ص: ۱۱۰۔ ۱۱۱)

شان کے خلاف ہے کہ انھوں نے اپنے دعویٰ ''اثباتِ رفع یدین'' کے لیے وہ حدیث روایت کی ہو، جو عدمِ رفع یدین کا پتا دینے والی ہو۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ یہ حدیث ہی رفع یدین کا اثبات کر رہی ہے اور یہ بات نیز حدیث کا اصل مفہوم امام صاحب نے تبویب ہی میں واضح کر دیا ہے۔

اس حدیث پر امام ابو عوانہ کی تبویب کے علاوہ اس حدیث کے اثباتِ رفع یدین کے لیے ہونے کا پتا دینے والی دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے آخری الفاظ: ''وَالْمَعْنٰی وَاحِدٌ'' اس بات کی دلیل ہیں کہ ''لَا یَرْفَعُھُمَا'' اور ''لَا یَرْفَعُ'' کے ما بین جو رواۃِ حدیث نے فرق کیا ہے، ان کے بارے میں امام صاحب نے کہا ہے: ''وَالْمَعْنٰی وَاحِدٌ'' کہ ''ان ہر دو صورتوں میں معنیٰ ایک ہی رہتا ہے۔'' کسی راوی نے '' لَا یَرْفَعُھُمَا بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ'' کے الفاظ روایت کیے ہیں اور کسی نے ''وَلَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ'' کہا ہے اور ان ہر دو صیغوں سے دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہوتی ہے نہ کہ رکوع سے پہلے اور بعد والی رفع یدین کی اور یہ بالکل اُسی طرح ہے، جس طرح اسی حدیث کے رفع یدین کی کیفیت اور حد بیان کرنے والے الفاظ کے دو الگ الگ صیغوں کی روایت کو واضح کرنے کے لیے امام صاحب نے دونوں سیاق ذکر کر دیے ہیں، چناں چہ حدیث میں ہے:

((رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِيَ بِهِمَا [مَنْكِبَیْهِ] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَیْهِ))

''آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ انھیں کندھوں کے برابر لے گئے اور بعض نے ''یُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَیْهِ'' کے بجائے ''حَذْوَ مَنْكِبَیْهِ'' کہا۔

جس طرح یہاں لفظی فرق کے باوجود معنی ایک ہی ہے، ویسے ہی آگے

جا کر فرمایا ہے:

((لَا یَرْفَعُهُمَا [بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ] وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَ لَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ))

''آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو دو سجدوں کے درمیان نہیں اٹھاتے تھے، بعض نے ''لَا یَرْفَعُهُمَا'' روایت کیا ہے اور بعض نے ''وَ لَا یَرْفَعُ''۔''

آخر میں: ''وَ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ'' کے الفاظ نے اس معاملے میں دوٹوک فیصلہ فرما دیا کہ ان دو طرح کے الفاظ کے باوجود ان کا معنی و مفہوم ایک ہی رہے گا۔

اس طرح یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ''لَا یَرْفَعُهُمَا'' کا تعلق ما بعد سے ہے نہ کہ ما قبل سے اور اگر ''جدید انکشاف'' کے مطابق ''لَا یَرْفَعُهُمَا'' کا تعلق ما قبل سے ہے اور یہ دوسرے ''إِذَا'' کی جزا ہے تو پھر ''لَا یَرْفَعُهُمَا'' کے بعد ''وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَ لَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَ الْمَعْنٰی وَاحِد'' میں بعض کا ذکر کر کے کس جملے سے تعرض و اختلاف کا اشارہ دیا گیا ہے اور یہاں کون سے دو لفظ ہیں کہ فرمایا جا رہا ہے کہ معنیٰ ایک ہی ہے اور اگر یہاں دو لفظ نہیں ہیں تو پھر ''وَ الْمَعْنٰی وَاحِد'' کہنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔

اس روایت کے رکوع والی رفع یدین کو ثابت کرنے والی ہونے کا پتا اس بات سے بھی چلتا ہے کہ امام ابو عوانہ نے اسے اپنے تین اساتذہ عبد اللہ بن ایوب، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو رحمۃ اللہ علیہم کے طریق سے سفیان بن عیینہ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِیهِ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے۔

اب آیئے! دیکھیں کہ ان کے تینوں حضراتِ اساتذہ سے مسند ابی عوانہ کے علاوہ بھی جو کتبِ حدیث میں روایت آئی ہے، وہ کن الفاظ و مفہوم پر مشتمل ہے؟ چناں چہ سنن کبریٰ بیہقی میں بھی سعدان بن نصر عن سفیان کے طریق سے روایت آئی

ہے، جس میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِيَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ وَ إِذَا أَرَادَ أَنْ یَّرْکَعَ وَ بَعْدَ مَا یَرْفَعُ مِنَ الرُّکُوْعِ، وَلَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ))[1]

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ کی اس روایت سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

① ''لَا یَرْفَعُ'' کا تعلق ما بعد یعنی سجدے سے ہے، ما قبل یعنی رکوع سے نہیں ہے۔

② مسند ابی عوانہ کی حدیث میں ''وَلَا یَرْفَعُھُمَا'' کے الفاظ امام ابوعوانہ کے استاد عبد اللہ بن ایوب اور شعیب بن عَمرو کے ہیں اور ''وَلَا یَرْفَعُ'' کے الفاظ سعدان بن نصر کے ہیں، جبکہ ''وَلَا یَرْفَعُھُمَا بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ'' کے الفاظ سے اس حدیث کو امام مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ تمیمی، سعد بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، عَمر و الناقد، زہیر بن حرب اور ابن نمیر عن سفیان کے طریق سے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔[2]

مختصر یہ کہ الفاظ ''وَلَا یَرْفَعُھُمَا'' ہوں، یا ''لَا یَرْفَعُ'' دونوں کا معنیٰ ایک ہی ہے اور ان کا تعلق ما بعد یعنی السجدتین سے ہے، رکوع سے ہرگز نہیں۔

یہاں ایک اور بات بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس وقت مسند ابی عوانہ کا جو نسخہ مارکیٹ میں ہے، اس کی طباعت کے وقت ناشرین کے پیشِ نظر اس کے تین

---

[1] السنن الکبریٰ للبیهقي (۲/ ٦٩)

[2] صحیح مسلم (۲/ ٤/ ۹۳)

نسخے تھے، جن میں سے ایک علامہ سید احسان اللہ شاہ سندھی کا نسخہ بھی ہے، جیسا کہ جلد اول (ص: ۴۲۳) شاہدِ عدل ہے اور یہ نسخہ اس وقت حضرت علامہ سیّد ابو القاسم پیرمحبّ اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کے مکتبۂ علمیہ واقع گوٹھ درگاہ شریف، نزد نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد، سندھ پاکستان میں موجود ہے، جو بالکل صاف اور واضح خط سے لکھا ہوا ہے، جس کے زیرِ بحث حدیث والے صفحے کا فوٹو ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں بھی شائع ہوا ہے۔[1]

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

(عکس)

اسے دیکھ لینے سے اس حدیث کی نص اور بھی واضح تر انداز سے سامنے آجاتی ہے اور پتا چلتا ہے کہ طباعت کے وقت اس حدیث سے نادانستہ اور لاعلمی میں ایک حرف (واؤ) چھپنے سے رہ گیا ہے یا دانستہ طور پر کسی خاص مقصد سے اُسے ساقط کر دیا گیا ہے، ان دونوں میں سے چاہے کوئی بھی صورت ہو، بہرحال نص میں صرف اُسی واؤ

[1] ہفت روزہ ''الاعتصام'' (جلد: ۴۴، شمارہ: ۲۶ و ۲۷، بابت ۲/ محرم ۱۴۱۳ھ، ۳/ جولائی ۱۹۹۳ء)

کا اضافہ کر دیا جائے تو اس کا ترجمہ و مفہوم متعین ہو جاتا ہے اور پھر اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ اس حدیث کو اثباتِ رفع یدین کی دلیل مانا جائے نہ کہ ترک کی۔

اب اگر اس واؤ کو اس کی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا جائے تو نصِ حدیث یہ ہوگی:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِيَ بِھِمَا [وَقَالَ بَعْضُھُمْ: حَذْوَ] مَنْکِبَیْہِ، وَاِذَا أَرَادَ أَنْ یَّرْکَعَ وبَعْدَ مَا یَرْفَعُ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ، وَلَا یَرْفَعُھُمَا، وَ قَالَ بَعْضُھُمْ: وَلَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَالْمَعْنٰی وَاحِدٌ))

”میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا، بعض رواۃ نے ”یُحَاذِيَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ“ کے بجائے ”حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ“ روایت کیا ہے اور جب آپ ﷺ رکوع کرنے لگتے اور جب آپ ﷺ رکوع سے اٹھتے اور دو سجدوں کے مابین آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بعض نے ”وَلَا یَرْفَعُھُمَا“ اور بعض دیگر نے ”وَلَا یَرْفَعُ“ کے الفاظ روایت کیے ہیں اور ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔“

اب ہمارا ذکر کردہ ترجمہ اس کے عین مطابق نکلتا ہے اور ''اہلِ انکشاف'' کا اُس کے برعکس، گویا صرف ایک واؤ کی کمی بیشی سے ترجمے میں زمین و آسمان کا فرق آ گیا ہے، اسے ہی کہتے ہیں:

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک ہی نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

اس واؤ کا وجود اس بنا پر بھی وثوق سے مانا جا سکتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتی اور یہ حدیث ترکِ رفع یدین کی دلیل بن سکتی تو متقدمین مانعین بھی اس سے استدلال کرتے، لیکن سابق میں ایسا نہیں ہوا اور یہ تو کہنا ہی غلط ہے کہ مسند ابی عوانہ کا مخطوط

علما کی نظروں سے اوجھل تھا اور پھر اسی حدیث کو رکوع والی رفع یدین کے اثبات کے لیے امام ابو داود نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ ہی کے واسطے سے روایت کیا ہے، جو اس بات کی شہادت ہے کہ یہ حدیث ترکِ رفع یدین کی نہیں، بلکہ اثبات کی دلیل ہے۔

اس زیرِ بحث حدیث کے اثباتِ رفع یدین کے لیے ہونے اور ترکِ رفع یدین کے لیے نہ ہونے کا پتا اس بات سے بھی چلتا ہے کہ امام ابوعوانہ نے رکوع والی رفع یدین کے اثبات کا باب قائم کیا تو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پہلے یہ حدیث روایت کی اور پھر اپنے دعواے اثبات کی تاکید کے لیے دوسری روایت یوں ذکر کی ہے:

((حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الشَّافِعِيِّ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ بِنَحْوِهِ، وَلَا يَفْعَلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ))[1]

''ربیع بن سلیمان سے، وہ شافعی سے، وہ ابن عیینہ سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں اور آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس میں امام صاحب نے حدیث کے جزو اول کو قریب المعنی بتلانے کے بعد آخری الفاظ کے اختلاف کی طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ پہلی روایت میں ''وَلَا يَفْعَلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ'' ہے۔

''الربیع بن سلیمان عن الشافعي'' کے طریق والی روایت خود امام شافعی کی ''کتابُ الأم'' میں بھی ہے، جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اثباتِ رفع یدین کے لیے سب سے پہلے روایت کیا ہے، اس میں ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ

[1] مسئلہ رفع الیدین از مولانا اثری (ص: ۲۳) جزء رفع الیدین مولانا خالد گھرجاکھی (ص: ۵۴۔۵۵)

مِنَ الرُّكُوعِ، وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ))[1]

''نبی اکرم ﷺ آغازِ نماز میں رفع یدین کرتے تھے، حتیٰ کہ دونوں ہاتھوں اپنے کندھوں کے برابر لے جاتے اور جب آپ ﷺ رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

امام بیہقی کی ''معرفة السنن و الآثار'' (۱/ ۲۱۴ قلمی) میں بھی امام شافعی سے مروی یہ حدیث موجود ہے۔

اب اگر صحیح ابی عوانہ کی پہلی حدیث میں ترکِ رفع یدین مانا جائے اور دوسری روایت میں اثبات تو پھر امام شافعی والی روایت بیان کرتے ہوئے امام ابوعوانہ کا ''بنحوہٖ'' کہنے کا کیا مطلب ہوا؟ ایسے میں اگر دوسری حدیث پہلی کے مخالف ہو تو ''بنحوہٖ'' نہیں کہا جا سکتا اور نہ کہا جاتا ہے، جیسا کہ علمِ حدیث سے مس رکھنے والے جانتے ہیں۔

معلومات میں اضافے کے لیے یہ بھی کہتے جائیں کہ امام شافعی و سعدان کے علاوہ امام احمد بن حنبل، علی بن حجر، علی بن خشرم، ہشام بن عمار، علی بن محمد، ابوعمر الضریر، سعید بن عبد الرحمٰن، قتیبہ، فضل بن صباح بغدادی، عتبہ بن عبد اللہ، حسن بن محمد، یونس بن عبد الاعلیٰ، محمد بن رافع، علی بن ازہر، یحییٰ بن یحییٰ، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، عَمرو الناقد، زہیر بن حرب اور ابن نمیر وغیرہ رحمہم اللہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ سے یہی روایت نقل کرتے ہیں اور یہ سبھی [بائیس حضرات] رفع یدین کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔[2]

اب اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابوعوانہ کی حدیث کا وہ مطلب بیان کرنا، جو

---

[1] كتاب الأم للشافعي (١/ ٨٩ـ ٩٠) مسند الشافعي (١/ ٧٢)

[2] تفصیل کے لیے صحيح مسلم (٢/ ٤/ ٩٣) سنن الترمذي (٢/ ٩٩، ١٠٠) سنن ابن ماجه، صحيح ابن خزيمة (١/ ١٩٤) اور مسند أحمد (٢/ ٨) وغیرہ دیکھی جا سکتی ہیں۔

نہ خود امام ابوعوانہ کے پیشِ نظر ہے اور نہ حدیث کے الفاظ اس کی اجازت دیتے ہیں، یہ عقل و انصاف کے موافق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ متقدمین علما میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے لیے دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔

دوسرا انکشاف:

پہلے انکشافِ نو کی طرح ایک دوسرا انکشاف بھی کیا گیا ہے اور وہ اس طرح کے مسند ابی عوانہ کی ایک دوسری حدیث سے بھی ترکِ رفع یدین پر استدلال کیا گیا ہے اور اس روایت کو امام ابوعوانہ نے سعدان، شعیب اور شافعی رحمہ اللہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد اُسی باب میں روایت کیا ہے، جو اس طرح ہے:

"حَدَّثَنَا الصَّائِغُ بِمَكَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَهُ"[1]

"مکہ مکرمہ میں ہمیں صائغ نے حدیث بیان کی، انھوں نے حمیدی سے، انھوں نے سفیان سے، انھوں نے زہری سے، انھوں نے سالم سے اور انھوں نے اپنے والد (حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما) سے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا... آگے اُسی طرح کے الفاظ ہیں، جیسے پہلی حدیث کے ہیں۔"

یہ حدیث نقل کر کے صاحبِ "نور الصباح" لکھتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابو عوانہ نے امام حمیدی کے طریق سے ذکر کی ہے اور یہ حدیث بھی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے ترکِ رفع الیدین کی واضح دلیل ہے اور پہلی حدیث کے متن کی طرح ہی اس کا متن ہے اور اُس کی سند کی طرح ہی اس کی سند ہے۔[2]

---

[1] صحيح أبي عوانة (٢/ ٩١) بحوالہ مسئلہ رفع یدین اثری و جزء رفع الیدین گھرجاکھی (ص:٥٧)

[2] مختصراً از نور الصباح (ص: ٥٧، ٥٨)

بے پَر کی؟

1. گذشتہ تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ترکِ رفع یدین کا ذکر نہیں، بلکہ اثباتِ رفع یدین کا ذکر ہے اور ترک کو اس حدیث سے زبردستی کشید کرنے کے لیے طباعت کی دانستہ یا نا دانستہ غلطی کا سہارا لیا گیا ہے اور جب پہلی حدیث رفع یدین کے ذکر پر مشتمل ثابت ہو چکی ہے تو پھر اب اس دوسری کو ترک کی دلیل ثابت کرنے کی کوشش محض ڈھٹائی اور سینہ زوری ہے، ورنہ امام ابوعوانہ کی تبویب اور اس حدیث کے آخری لفظ ''مِثْلَهٗ'' کا تقاضا یہ ہے کہ پہلی حدیث کی طرح اس دوسری کو بھی اثباتِ رفع یدین کے لیے مانا جائے۔

2. اس حدیث سے ترک اخذ کرنا بے پَر کی اڑانے والی بات ہے، جس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد امام ابوعوانہ نے علی بن المدینی عن سفیان کے طریق سے حدیث روایت کرتے ہوئے سند ذکر کرتے ہی ''مِثْلَهٗ'' کہا ہے اور اسی طریق سے اسے امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا ہے، اس حدیث میں بھی رفع الیدین کا اثبات ہی آیا ہے نہ کہ ترک، چناں چہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں اس حدیث کو مفصّلاً بیان کیا ہے، اس میں ہے کہ علی بن عبداللہ مدینی، سفیان، زہری اور سالم کے طریق سے مروی حدیث میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا کَبَّرَ، وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ، وَ لَا یَرْفَعُ ذٰلِكَ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ))[1]

''میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہما تکبیرِ تحریمہ کے وقت اور

[1] جزء رفع الیدین (ص: ٣٦)

رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

اس حدیث کو روایت کرنے کے متصل بعد ہی امام بخاری نے اپنے استاد امام علی بن مدینی کا معروف قول بھی نقل کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَكَانَ أَعْلَمَ زَمَانِهٖ: رَفْعُ الْيَدَيْنِ حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِمَا رَوَى الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ"

"علی بن عبد اللہ المدینی نے کہا ہے، جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے کہ زہری، سالم اور ان کے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے مروی حدیث کی رو سے رفع یدین کرنا مسلمانوں پر حق اور واجب ہے۔"

اب اندازہ فرمائیں کہ وہ حدیث جس کے پیشِ نظر امام علی بن مدینی نے جملہ مسلمانوں پر رفع یدین کو حق قرار دیا ہے، اُسی حدیث سے آج اگر کوئی صاحب ترکِ رفع یدین کی دلیل لینے کی چارہ سازی کریں تو کیا یہ ستم ظریفی نہ ہوگی؟

۴ مسند ابو عوانہ کی زیرِ بحث دوسری حدیث سے بھی ترکِ رفع یدین کشید کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے، مسند ابو عوانہ میں تو یہ حدیث مکمل نہیں، بلکہ سند نقل کر کے "مِثْلَہٗ" کہہ دیا گیا ہے، جب کہ یہ سند "حدثنا الحمیدی، ثنا سفیان، حدثنا الزهري" کے طریق سے ہے اور امام حمیدی کی مسند میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث اِن الفاظ سے ہے:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ، وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ، فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ))[1]

[1] مسند الحمیدي (۲/ ۲۷۷) سفیان کے بغیر۔

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب نماز کا آغاز فرمایا تو کندھوں تک دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور جب رکوع جانے لگتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو رفع یدین نہ کرتے اور دو سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

عدمِ صحتِ استدلال کی وجوہات:

حقیقت یہ ہے کہ مسندِ حمیدی کی اس حدیث سے ترکِ رفع یدین پر استدلال بھی صحیح نہیں اور اس کی کئی ایک وجوہات اور اسباب ہیں:

اول

امام حمیدی تو خود رفع یدین کے قائل تھے، بلکہ علامہ ابن عبد البر کے بقول وہ وجوبِ رفع یدین کے قائل تھے، جیسا کہ ''الاستذکار'' میں ہے:

''كُلُّ مَنْ رَأَى الرَّفْعَ، وَعَمِلَ بِهٖ مِنَ الْعُلَمَاءِ لَا يُبْطِلُ صَلٰوةَ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ إِلَّا الْحُمَيْدِيُّ، وَبَعْضُ أَصْحَابِ دَاوٗدَ، وَرِوَايَةٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ''[1]

''علما میں سے جو لوگ رفع یدین کی رائے رکھتے اور اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ تارکِ رفع یدین کی نماز کو باطل قرار نہیں دیتے تھے، سوائے امام حمیدی اور امام داود کے بعض اصحاب کے اور امام اوزاعی سے بھی ایسی ہی ایک روایت ملتی ہے۔''

یہ قول رکوع والی رفع یدین کے بارے میں ہے نہ کہ تکبیرِ تحریمہ والی کے بارے میں، کیوں کہ اس کے بارے میں اختلاف کی تفصیل علامہ ابن عبد البر پہلے بیان کر چکے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر کے علاوہ علامہ تقی الدین سبکی نے بھی ''جزء رفع الیدین''

[1] الاستذکار (۲/ ۱۲٦)

میں امام حمیدی کا مسلک وجوبِ رفع یدین ہی ذکر کیا ہے۔[1]

امام حمیدی کے علاوہ ان کے استاذ امام سفیان بن عیینہ بھی رفع یدین کے قائل تھے، جیسا کہ ”عمدة القاري“ (۳/ ۵/ ۲۷۲) میں مذکور ہے اور جب ان استاد شاگرد دونوں کا عمل یہ ہے تو پھر لازماً اس حدیث کی نص کے الفاظ میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہوا ہوگا اور وہ تغیر ثابت بھی ہو چکا ہے، جیسا کہ آگے چل کر ہم واضح کریں گے۔ إن شآء الله.

دوم:

مسند حمیدی کی روایت سے استدلال کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیثِ رفع یدین کے راوی صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اسمِ گرامی بھی لکھا ہے اور ان کی روایات بھی ذکر کی ہیں، پھر ان احادیث کے بارے میں کبار محدثینِ کرام کا تبصرہ یوں نقل کیا ہے:

”وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ وَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ يُثْبِتُوْنَ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثَ“[2]

”عبد اللہ بن زبیر حمیدی، علی بن عبد اللہ، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ ان احادیث کو صحیح و ثابت قرار دیتے تھے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ امام حمیدی کے نزدیک حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے نہ کہ ترک کا، ورنہ پھر اثبات والی احادیث کو صحیح و ثابت قرار دینے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔

---

[1] جزء رفع اليدين للسبكي (ص: ٩٦) مع جزء رفع اليدين للبخاري (ص: ٢٥٦) الجزء الأول من مجموعة الرسائل المنيرية.

[2] جزء رفع اليدين (ص: ٣٦)

سوم:

مسند حمیدی والی روایت سے ترکِ رفع یدین پر استدلال کے صحیح نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ امام حمیدی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اسی زیرِ بحث مرفوع حدیث کو روایت کرنے کے بعد ان کا ایک موقوف اثر بھی بیان کیا ہے، جس میں حضرت نافع رحمہ اللہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

((كَانَ اِذَا رَأَى رَجُلًا لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَ رَفَعَ، حَصَبَهٗ حَتّٰى يَرْفَعَ يَدَيْهِ)) [1]

''وہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کر رہا ہوتا، تو اسے کنکریاں مارتے، حتیٰ کہ وہ رفع یدین کرنا شروع کر دیتا۔''

یہی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ''جزء رفع الیدین'' میں بیان فرمائی ہے، جس کے الفاظ یوں ہیں:

((كَانَ اِذَا رَأَى رَجلًا لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا رَكَعَ وَرَفَعَ، رَمَاهُ بِالْحَصٰى)) [2]

''وہ اگر کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکر مارتے تھے۔''

''الاستذکار'' میں علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے رکوع والی رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''نَعَمْ، وَمَنْ يَّشُكُّ فِيْ ذٰلِكَ؟''

''ہاں [وہ ثابت ہے] اور اس میں کسے شک ہوسکتا ہے؟''

---

[1] مسند حمیدی بہ تحقیق مولانا خالد گھرجاکھی (ص: ١٧٧)

[2] جزء رفع اليدين (ص: ٤٢)

آگے پھر امام احمد نے با سند حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے کنکریاں مارنے والے عمل کو بیان کیا ہے، جس کی تفصیل "الاستذکار" (۲/ ۱۲۶) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

امام حمیدی کا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کرکے ان کے کنکریاں مارنے والے عمل پر مشتمل اثر کو نقل کرنا، اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس اثر سے پہلی روایت میں رکوع والی رفع یدین ہی کا ذکر ہے اور اسے ترک کرنے والوں ہی کو وہ سرزنش فرمایا کرتے تھے، اس وضاحت سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ ان کا یہ عمل تکبیرِ تحریمہ والی رفع یدین کے بارے میں تھا۔[1] کیونکہ جزء رفع الیدین میں رکوع والی رفع یدین کا ذکر باقاعدہ موجود ہے اور امام احمد بن حنبل کا اس سے استشہاد بجائے خود ایک بہت وزنی دلیل ہے۔

چہارم:

انہی وجوہات میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ مسند حمیدی کے اس وقت دو اڈیشن بازار میں ملتے ہیں، ان میں سے ایک کو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ نے ایڈٹ کیا ہے اور دوسرے کو مولانا محمد خالد گھرجاکھی نے، پہلا مدینہ منورہ میں شائع ہوا تھا اور دوسرا اہلِ حدیث ٹرسٹ کراچی پاکستان میں۔ ان دونوں اڈیشنوں میں صرف اسی ایک حدیث میں دو جگہوں پر اختلاف ہے، پہلا اختلاف سند کے شروع میں ہے اور دوسرا اختلاف متن کے آخر میں۔

سند میں دونوں اڈیشنوں کے مابین اختلاف اس طرح ہے کہ مولانا اعظمی والے مطبوعہ نسخے میں امام حمیدی رحمہ اللہ کے استاد سفیان بن عیینہ کا نام سہواً ساقط ہوگیا ہے اور "حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ" کے بعد "قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ" آگیا ہے، جبکہ یہاں دراصل، "حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ" کے بعد "قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ" ہے، جیسا

[1] جیسا کہ مولانا بنوری کو "معارف السنن" (۲/ ٤٦٦) میں وہم ہوا ہے۔

کہ اصل مخطوط میں مذکور ہے، جسے مکتبہ ظاہریہ [دمشق] کے نسخے میں دیکھا جاسکتا ہے، جس سے مولانا اعظمی صاحب نے بھی استفادہ کیا ہے، کیوں کہ اُسی نسخے کی فوٹو کاپی مکتبة النهضة الحديثة [مکہ مکرمہ] میں بھی موجود ہے، جس کی ایک کاپی مولانا موصوف کے پاس بھی تھی، جیسا کہ خود انھوں نے مسند حمیدی کے مقدمہ (ص: ۴) میں صراحت کی ہے اور اسی مخطوطے کے متعلقہ صفحے کی فوٹو کاپی مولانا محمد خالد گھرجاکھی نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین (ص: ۴۰) میں بھی شائع کی ہے اور اسی کے مطابق موصوف نے مسند حمیدی کو ایڈٹ کرکے شائع کیا ہے، جسے ان کے ایڈٹ کردہ اڈیشن طبع کراچی (ص: ۷) میں بھی دیکھا جاسکتا ہے، جہاں اس صفحے کی فوٹو کاپی شائع کی گئی ہے، اس سے بھی سند سے ایک راوی سفیان کے، پہلے نسخے سے ساقط ہوجانے کا پتا چلتا ہے اور حال ہی میں گوجرانوالہ سے مسند حمیدی کے پہلے اڈیشن کا عکس شائع کیا گیا ہے، جس میں سفیان کا واسطہ سطر کو باریک کرکے شامل کر دیا گیا ہے اور سند کی حد تک تو اصلاح کر دی گئی ہے۔[1]

مسند حمیدی کے طبع شدہ کُل دو نسخوں میں دوسرا اختلاف وہ ہے، جو متنِ حدیث کے آخر میں پایا جاتا ہے اور اس کی مختصر انداز سے وضاحت یوں ہے کہ پہلے اڈیشن میں متنِ حدیث یوں ہے:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَمَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ))[2]

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آغازِ نماز میں آپ ﷺ نے دونوں

---

[1] دیکھیں: ''الاسلام'' لاہور (جلد: ۱۶، شمارہ: ۴۲، بابت: ۱۸/ شعبان ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۹۰ء) مضمون: مولانا محمد یحییٰ گوندلوی۔

[2] مسند حمیدی (۲/ ۱۷۷) بہ تحقیق اعظمی وفوٹو مطبوعہ در جزء مولانا گھرجاکھی (ص: ۳۹)

ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد، پس رفع یدین نہ کی اور نہ دوسجدوں کے درمیان۔‘‘

دوسرے اڈیشن کو دیکھیں تو اس میں اس حدیث کے متن میں الفاظ یوں آئے ہیں:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ، وَاِذَا أَرَادَ أَنْ یَّرْکَعَ وَ بَعْدَ مَا یَرْفَعُ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ، وَلَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ))[1]

’’میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز کے شروع میں رفع یدین کی اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور رکوع سے اٹھنے کے بعد بھی، اور سجدوں کے درمیان آپ ﷺ رفع یدین نہ کرتے۔‘‘

یہ دوسرا اڈیشن بھی مکتبہ ظاہریہ کے مخطوطہ سے لیے گئے فوٹو سے ایڈٹ کیا گیا ہے، جیسا کہ مولانا گھرجاکھی نے صراحت کی ہے۔[2]

اس مخطوط کا جو فوٹو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے، اس میں متن کے الفاظ اُسی طرح ہیں، جس طرح مولانا گھرجاکھی والے اڈیشن میں ہیں۔

لہٰذا اب یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح سند میں سے الفاظ جوڑنے والے کمپوزر کی غلطی سے سفیان کا واسطہ ساقط ہوگیا ہے، اسی طرح مخطوط کو ایڈٹ کرتے وقت محقق و کاتب سے الفاظ نقل کرنے میں غلطی کا بھی امکان ہے اور اس امکان کو اس نص کا سیاق وسباق بھی تقویت دے رہا ہے کہ وہاں زیادہ صحیح نص وہی بنتی ہے، جو دوسرے اڈیشن میں شائع ہوئی ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی کر دیں کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ پہلے مطبوعہ اڈیشن میں اس حدیث کی نص جس انداز سے شائع

---

[1] مسند حمیدی (ص:۱۷۶،۱۷۷) بہ تحقیق گھرجاکھی وفوٹو مخطوطہ در جزء گھرجاکھی (ص:۴۰)

[2] مسند حمیدی (ص:۳)

ہوئی ہے، وہ کسی مخطوطے میں ہے ہی نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ کسی ناسخ یا کاتب کی غلطی سے کسی مخطوطے میں ویسی نص بھی آئی ہو اور ایسی صورت میں محقق کا کام یہ تھا کہ وہ نسخۂ ظاہریہ کے ساتھ پائے جانے والے اس اختلاف کی وضاحت کرتے اور یہ وضاحت اس لیے بھی انتہائی ضروری تھی کہ بات معمولی سی نہیں، بلکہ مختلف نسخوں میں واقع ہونے والے اس تغیر وتبدل کے نتیجے میں پہلے اڈیشن کے الفاظ سے رکوع والی رفع یدین کی نفی ہو رہی ہے، جب کہ نسخۂ ظاہریہ اور دوسرے اڈیشن سے رفع یدین کا اثبات ہو رہا ہے۔

پہلے اڈیشن میں پائے جانے والے تغیر وتبدل کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہی حدیث سنن ابی داود، مسند احمد، مسند ابی عوانہ اور دیگر کتب میں بھی نسخۂ ظاہریہ کے مطابق ہی ہے، اس تفصیل سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث دراصل اسی طرح صحیح ہے، جس طرح نسخہ ظاہریہ میں ہے اور اس کے مطبوعہ دوسرے اڈیشن میں آئی ہے اور دوسرے نسخوں میں اگر اس طرح نہیں ہے تو یہ ناسخین کی غلطی کا نتیجہ ہے، جیسا کہ ابو الاشبال مولانا صغیر احمد شاغف بہاری نے اپنی کتاب ''صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت'' (ص: ۱۸۶۔ ۱۸۸) میں اور مدیر ہفت روزہ ''الاعتصام'' اور مدیر شعبہ تحقیق وتصنیف دار السلام لاہور مولانا حافظ صلاح الدین صاحب یوسف نے اِسی کتاب پر اپنے اضافی نوٹس میں شامل اپنے تعاقبی خط (ص: ۱۸۹۔ ۱۹۱) میں اس بات کی صراحت کی ہے۔

مولانا موصوف نے یہ خط مولانا اعظمی کو ۱۵/ ۹/ ۱۹۸۵ء میں لکھ کر ارسال کیا تھا، جس کا سات سال میں [تا دمِ واپسیں ۱۹۹۲ء] وہ جواب نہ دے پائے تھے۔

عہدِ سابق میں مانعین میں سے کسی کا بھی اس حدیث سے ترکِ رفع یدین پر استدلال نہ کرنا بھی اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ پہلے مطبوعہ اڈیشن اور اس کے

بنیادی مخطوطے میں سُقم پایا جاتا ہے اور یہ کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے کہ جو قابلِ وقوع نہ ہو، بلکہ کئی احادیث میں بہ وقتِ طباعت ایسا ہوا ہے، جو ضروری نہیں کہ عمداً ہی ہو، سہواً بھی ہو سکتا اور انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ وَالْعِصْمَةُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، ثُمَّ لِرَسُوْلِهٖ بَعْدَهٗ.

آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ:

مانعینِ رفع الیدین نے آثارِ خلفا و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی استدلال کیا ہے۔ آثار کے سلسلے میں ہم ''قراءتِ فاتحہ خلف الامام'' نامی اپنی ایک دوسری کتاب میں بھی ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تو اُس وقت قابلِ قبول و حجت ہوتے ہیں، جب ان کے خلاف مرفوع احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، جن میں صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد و عمل مذکور ہے، جب کہ اس معاملے میں صرف صحیح و صریح اور مرفوع احادیث ہی نہیں، بلکہ آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین باسانیدِ صحیحہ اور تعاملِ امت بھی موجود ہے، لہٰذا ان کے مقابلے میں کوئی ایسا اثر قابلِ قبول و حجت نہیں ہو سکتا، جو ان کے مخالف ہو اور بالخصوص اگر کوئی اثر ضعیف سند سے مروی ہو تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔ مانعین اپنی تائید میں کون کون سے آثار پیش کرتے ہیں اور ان کی استنادی حیثیت کیسی ہے؟ آیندہ صفحات میں ہم انہی امور کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

آثارِ خلفا و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:

مانعینِ رفع یدین کے دلائل پر مبنی احادیثِ مرفوعہ پر تفصیلی گفتگو ہو چکی اور یہ موضوع اگرچہ کافی طول پکڑ گیا ہے، لیکن ہمیں اپنے قارئین سے توقّع ہے کہ وہ ان تفصیلات سے کچھ نہ کچھ استفادہ ضرور ہی کر رہے ہوں گے۔ یہ تفصیلات تو بالخصوص اہلِ علم کے لیے ہوتی ہیں اور ان کے توسّط سے ان کا افادہ دوسروں تک بھی حسبِ ضرورت پہنچ سکتا ہے، اسی بنیادی نقطہ کو پیشِ نظر رکھ کر ہم نے اس تفصیلی انداز کو اختیار

کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ہر مسئلے میں نہیں ہوتا، بلکہ بعض مختلف فیہ مسائل ہی میں ہوتا ہے اور ایسے کسی مختلف فیہ مسئلے کے بارے میں یک طرفہ دلائل ذکر کر کے آگے گزر جانا بھی کچھ اچھا نہیں ہوتا، اِسی لیے علمی امانت کو ادا کرنے کے پیشِ نظر دوسری جانب کے دلائل کا تذکرہ بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے اور چوں کہ ہم نے فریقِ اول یعنی قائلین و فاعلینِ رفع یدین کی تائید کرنے والے آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے اقوال بھی ذکر کیے تھے، اِسی لیے اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ فریقِ ثانی یعنی مانعین و تارکینِ رفع یدین کی طرف سے پیش کیے جانے والے آثار بھی ذکر کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی استنادی حیثیت پر بھی مختصر روشنی ڈال دیں۔ وَبِيَدِ اللّٰهِ التَّوفِيقُ، وَمِنْهُ الْقُبُوْلُ.

آثارِ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم

① اثرِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اسماے گرامی بھی تارکین میں شمار کر لیے جاتے ہیں۔[1] دلیل کے لیے وہ حدیث پیش کی جاتی ہے، جسے ہم بالتفصیل تارکین و مانعین کے دلائل میں سے دوسری دلیل کے ضمن میں [اس حدیث کا دوسرا طریق] کے تحت شروع میں بیان کر آئے ہیں کہ یہ حدیث و اثر سخت ضعیف و ناقابلِ استدلال ہے، لہٰذا ان تفصیلات کو یہاں دہرانا تحصیلِ حاصل ہے۔

② اثرِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

اس سلسلے میں ایک اثر یا قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی پیش کیا جاتا ہے، جو معانی الآثار طحاوی، سنن کبریٰ بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، جس میں اسود کہتے ہیں:

”صَلَّیْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ فِي شَيْئٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ“[2]

”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہیں کی۔“

اس کی استنادی حیثیت اور پہلا جواب:

اس اثر کو نقل کر کے خود علماے احناف میں سے علامہ زیلعی نے ”نصب الرایة“ میں لکھا ہے:

---

[1] دیکھیں: اختلافِ امت (ص: ۱۲۵)

[2] نصب الرایة (۱/ ٤٠٥) الدرایة (۱/ ۱۱۳) تحفة الأحوذي (۲/ ۱۰٦) المرعاة (۲/ ٢٦٤)

''اس اثر پر امام حاکم نے اعتراض کیا ہے کہ یہ شاذ ہے، جس سے حجت قائم نہیں ہوتی اور نہ یہ اُن صحیح آثار کا مقابلہ کرسکتا ہے، جن میں طاوس بن کیسان حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔''[1]

امام بیہقی نے امام حاکم کے حوالے سے اس اثر کے غیر محفوظ و شاذ ہونے کا سبب بھی نقل کیا ہے، جسے ''الدرایة'' میں حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔[2]

اس اثر کی سند کو اگرچہ علامہ زیلعی کے بقول امام طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن اس کا شاذ ہونا اس کے ضعف و کمزوری کی علامت ہے، جب کہ اس کی سند کے ایک راوی ابراہیم نخعی پر بھی کلام کیا گیا ہے کہ وہ مدلّس ہیں اور وہ اسے روایت بھی عنعنہ [عن فلان عن فلان کے انداز] سے کرتے ہیں، جو سند کے ضعف کا موجب ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تفصیل ذکر کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی ''التقریب'' میں مختصراً اس بات کا تذکرہ کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی ''کتاب القراءة'' میں کلام کیا ہے۔[3]

اِن وجوہاتِ ضعف کی موجودگی میں یہ اثر قابلِ استدلال نہیں رہتا۔ علامہ نیموی نے ''آثار السنن'' میں اور انھی سے نقل کرتے ہوئے محشّی ''نصب الرایة'' نے حاشیے میں ''نصب الرایة'' کی عبارت کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔[4] جس کی مناسب تردید علامہ مبارکپوری نے کر دی ہے۔[5]

---

[1] نصب الرایة أیضاً، الدرایة (۱/ ۱۱۳) تحفة الأحوذي (۲/ ۱۰۷)

[2] دیکھیں: الدرایة (۱/ ۱۱۳) تحفة الأحوذي (۲/ ۱۰۷)

[3] میزان الاعتدال بحواله التحقیق الراسخ (ص: ۱۳٤) التقریب (ص: ۲۸، ۲۹) کتاب القراءة للبیهقي مترجم اردو (ص: ۱٦۳)

[4] نصب الرایة (۱/ ٤۰۵)

[5] تحفة الأحوذي (۲/ ۱۰۷، ۱۰۸)

دوسرا جواب:

قائلینِ رفع یدین اس اثر کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اولاً تو یہ سند ہی صحیح نہیں، لیکن اگر اسے صحیح مان بھی لیں تو ان کا یہ اثر اس اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رکوع والی رفع یدین کے راوی اور عاملینِ رفع یدین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں، جیسا کہ اس موضوع کے شروع (جزو اول) میں تفصیل ذکر کی جاچکی ہے۔

تیسرا جواب:

اگر یہ ثابت ہو ہی جائے یا اسے ثابت مان ہی لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی رفع یدین ترک بھی کی تھی تو اس سے رفع یدین کی سنّیت کی مطلق نفی تو لازم نہیں آتی، بلکہ زیادہ سے زیادہ اتنا پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک رفع یدین کا ترک بھی جائز ہے اور اس کی کئی ایک مثالیں بھی کتبِ حدیث میں موجود ہیں، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سجدۂ تلاوت کیا اور دوسرے جمعہ اُسی سورت کو پھر پڑھا، مگر آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت نہیں کیا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے ان پر اعتراض بھی نہیں کیا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ربیعہ بن عبداللہ رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

”قَرَأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَی الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ حَتّٰی اِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتّٰی اِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتّٰی اِذَاجَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ: یَآ أَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَ مَنْ لَّمْ یَسْجُدْ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ، وَلَمْ یَسْجُدْ عُمَرُ، وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ: أَنَّ

اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُوْدَ اِلَّا أَنْ نَّشَآءَ"[1]

''انھوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل کی تلاوت کی اور جب مقامِ سجدہ تک پہنچے تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا، اگلے جمعہ میں بھی انھوں نے اسی سورت کی تلاوت کی اور آیتِ سجدہ پر پہنچ کر فرمایا: لوگو! ہم آیاتِ سجود پر سے گزرتے ہیں، جو سجدہ کر لے اس نے صحیح کیا اور جو سجدہ نہ کرے، اسے بھی کوئی گناہ نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہ کیا۔ نافع نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مزید یہ بھی کہا ہے: اللہ نے ہم پر سجودِ تلاوت فرض نہیں کیے ہیں، البتہ اگر ہم چاہیں تو کر لیں۔''

اس اثر پر امام بخاری نے یوں باب قائم کیا ہے:

"بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ"

''اُس کی رائے کا بیان جس کا کہنا ہے کہ اللہ نے ہم پر سجودِ تلاوت واجب نہیں کیے۔''

اب اس کا معنی یہ تو کسی کے نزدیک بھی نہیں بنتا کہ ان کے نزدیک سجدۂ تلاوت منسوخ و ممنوع ہو گیا تھا اور وہ اس کی سنّیت کو نہ مانتے تھے، بلکہ بات صرف اتنی تھی کہ وہ سجدے کو واجب نہیں سمجھتے تھے اور یہ کم از کم سنّت تو ہے، بلکہ احناف کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دوسرے جمعہ کو سجدۂ تلاوت ترک کرنا جو معنی رکھتا ہے، وہی ان کے ترکِ رفع یدین میں بھی ممکن ہے کہ وہ اس کی سنّیت کا انکار نہیں کرتے تھے، محض اِس لیے ترک کیا کہ یہ واجب نہیں ہے اور غیر واجب کا ترک جائز ہے۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بھی "إزالة الخِفاء عن خلافة الخلفاء" (۲/ ۹۳) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اِس اثر کی یہی توجیہ کی ہے:

[1] صحيح البخاري (۲/ ۵۵۷)

”وَالْأَوْجَهُ عِنْدِيْ أَنَّ عُمَرَ رَأَى رَفْعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَالْقَوْمَةِ مِنْهُ مُسْتَحَبًّا، فَكَانَ يَفْعَلُ تَارَةً وَ يَتْرُكُ أُخْرٰى كَمَا بَيَّنَ هُوَ بِنَفْسِهٖ فِي سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ“[1]

”میرے نزدیک زیادہ وجیہ بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کو مستحب سمجھتے تھے، کبھی وہ کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے، جیسا کہ خود انھوں نے سجودِ تلاوت کے سلسلے میں وضاحت فرمائی ہے۔“

غرض کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ اثر اولاً تو ضعیف و شاذ اور غیر محفوظ ہے، دوسرے یہ کہ وہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کے راوی اور عامل تھے اور تیسرے یہ کہ کبھی کبھار والا ان کا ترکِ رفع یدین اس کے عدمِ وجوب کا پتا دیتا ہے، اس کی سنّیت کی نفی نہیں کرتا۔

③ اثرِ حضرت علی رضی اللہ عنہ:

اس سلسلے میں تیسرا اثر معانی الآثار طحاوی، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ بیہقی اور موطا امام محمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے، جس میں عاصم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

((إِنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ))[2]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔“

---

[1] إبكار المنن (ص: ٢٠٧) التحقيق الراسخ (ص: ١٣٦، ١٣٧) المرعاة (٢٥/ ٢٦٥)

[2] موطأ الإمام محمد (ص:٩٢، ٩٤) نصب الراية (١/ ٤٠٦) علامہ زیلعی نے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٨) المرعاة (٢/ ٢٦٥) الدراية (١/ ١١٣)

اس اثر کا استنادی مقام:

اس اثر کی سند کو اگرچہ علامہ زیلعی نے "نصب الرایة" میں اور علامہ عینی نے "عمدة القاري" میں صحیح کہا ہے، لیکن اس میں ایک راوی عاصم ہیں، جو منفرد ہیں اور تفرد و انفراد کی حالت میں وہ قابلِ حجت نہیں، جیسا کہ امام ابن المدینی سے "میزان الاعتدال" میں نقل کیا گیا ہے، ایسے ہی علامہ ابن عبدالبر نے "التمهيد" میں لکھا ہے کہ یہ اثر عاصم کے متفرد ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔[1]

امام بخاری نے "جزء رفع الیدین" میں عبدالرحمٰن بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام ثوری کے سامنے نہشل عن عاصم بن کلیب کے طریق والی روایت ذکر کی تو انھوں نے اس کا انکار کیا۔[2]

علامہ زیلعی نے "نصب الرایة" میں امام عثمان بن سعید دارمی کا قول نقل کیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ رُوِيَ مِنْ طَرِيْقٍ وَاهِيَةٍ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ"[3]

"انتہائی کمزور اسناد کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں۔"

غرض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اثباتِ رفع یدین کے خلاف جو کچھ بھی مروی ہے، اس کی اسناد سخت ضعیف و کمزور ہیں اور علامہ ابن عبدالبر کا قول ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا جس شخص سے ترک کی روایت آئی ہے، اُسی سے

---

[1] بحواله التحقيق الراسخ (ص:١١٣ و ١٣٧)

[2] جزء رفع اليدين (ص: ٣٩، ٤٠) و تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٨)

[3] نصب الراية (١/ ٤١٣)

اثبات کی روایت بھی ملتی ہے، لہٰذا ایسی شکل میں ''اَلْإِثْبَاتُ أَوْلٰی مِنَ النَّفْيِ'' [1] ''اثبات نفی سے اولیٰ ہوتا ہے۔''

کبار ائمہ فن میں سے امام بخاری، ثوری، دارمی، ابن مہدی اور ابن عبدالبر رحمہم اللہ نے اس اثر کو ضعیف و ناقابلِ استدلال قرار دیا ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کرنے کی حدیث بھی مروی ہے جو جزو اول میں ذکر کی جا چکی ہے۔

اقتدائے خلفا کی آڑ میں:

اگر کہا جائے کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما دونوں خلفائے راشدین میں سے ہیں، لہٰذا اُن کے آثار کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے؟ تو اس کا صرف یہی ایک جواب ہی کافی ہے کہ اگر ان سے صحیح اسناد کے ساتھ آثار ملیں تب تو ایسی بات کہی جا سکتی تھی اور جب ایسا کوئی اثر ہی نہیں ملتا تو پھر اس بات کا معنی ہی کیا ہوا؟

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ بعض امور ایسے ہیں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جلالتِ قدر کے باوجود اور صحیح اسناد سے ثابت ہونے کے باوصف اس لیے چھوڑے گئے کہ ان میں وہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منفرد ہو گئے تھے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حجِ تمتع سے منع کرنا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تمتع کے قائل ہوتے ہوئے معترض کو کہنا:

((أَأَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ أَمْرُ أَبِيْ؟))

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم زیادہ مستحقِ اتباع ہے یا کہ میرے والد کا حکم؟''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس معاملے میں کہنا ہے:

((أَوْشَكَ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ، أَقُوْلُ: قَالَ

[1] فتح الباري (٢/ ٢١٩) والتعليق الممجّد (ص: ٩٤)

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَتَقُوْلُوْنَ: قَالَ أَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ رضی اللہ عنہما)) [1]

”قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم [اس کے مقابلے میں] کہتے ہو کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔“

اس مسئلے (حجِ تمتع) میں مانعینِ رفع یدین [احناف] بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں، ایسے ہی دادی کی میراث کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ مفقود الخبر شوہر کی بیوی کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور فتویٰ چار سال انتظار کا ہے، جب کہ مانعین ساٹھ (٦٠) سال [اور ٨٠، ٩٠ سال عمر ہو جانے تک] بیٹھنے کو کہتے ہیں، ایسے ہی قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے معاملے میں بھی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ قائل ہیں اور مانعین نہیں، حضرت ابوبکر صدیق و حضرت علی رضی اللہ عنہما عورتوں کو عیدگاہ میں جا کر خطبۂ نمازِ عید میں شامل ہونے کا تاکیدی حکم فرماتے تھے، جبکہ مانعین اس معاملے میں بھی ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ [2]

ایسی مثالیں مانعین کے یہاں بھی موجود ہیں، جب کہ رفع یدین کے مسئلے میں تو خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم سے صحیح اسناد کے ساتھ ترک ثابت ہی نہیں ہے، لہٰذا اِس میں تو ان کی اقتدا کو ہرگز آڑ نہیں بنایا جا سکتا۔

④ اثرِ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

خلفاے راشدین میں سے سیدنا ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم والے آثار کی طرح ہی مانعین اپنی تائید میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی پیش کرتے ہیں، چناں چہ موطا امام محمد اور معانی الآثار طحاوی میں ان کے بارے میں مروی ہے:

[1] زاد المعاد لابن القیم (٢/ ١٩٥) مسند أحمد بسند ضعیف (١/ ٣٣٧)

[2] نیل الأوطار (٣/ ١٧) التحقیق الراسخ (ص: ١٣٨، ١٣٩)

((إِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ))[1]

''وہ نماز کے آغاز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔''

جب کہ ''آثار السنن للنيموي'' اور ''نور العينين'' وغیرہ میں اس اثر کی نص یوں مذکور ہے:

((عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْئٍ مِنَ الصَّلَاةِ))[2]

''ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

یہ اثر منقطع ہونے کی بنا پر ضعیف ہے، کیوں کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی، حتیٰ کہ خود مانعینِ رفع یدین نے بھی اسی وجہ سے ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کو جہراً پڑھنے والی حدیث کو نہیں لیا، چنانچہ ''نصب الراية'' میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

''إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَابِرٍ تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْأَئِمَّةِ، وَ إِبْرَاهِيْمُ لَمْ يَلْقَ عَبْدَ اللّٰهِ فَهُوَ ضَعِيْفٌ مُنْقَطِعٌ''[3]

'' محمد بن جابر کے بارے میں کئی ائمہ نے کلام کیا ہے اور ابراہیم کی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف و منقطع ہے۔''

امام ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' (۱/ ۳۵) میں لکھا ہے:

''اِسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلٰى أَنَّ إِبْرَاهِيْمَ حُجَّةٌ، وَأَنَّهٗ إِذَا أَرْسَلَ عَنِ ابْنِ

---

[1] موطأ الإمام محمد مع التعليق الممجّد (ص: ٩٤) الدراية (١/ ١١٣)

[2] التحقيق الراسخ (ص: ١٤٠) نصب الراية (١/ ٤٠٦) المرعاة (٢/ ٢٦٥) وفي آخره: إِلَّا فِي الْإِفْتِتَاحِ.

[3] نصب الراية (١/ ٣٣٥)

مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ وَغَيْرِهِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ حَسَنٌ"

''اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ ابراہیم حجت ہیں، لیکن اگر وہ حضرت ابنِ مسعود وغیرہ سے مرسلاً بیان کریں تو وہ روایت حسن نہیں ہے۔''

"کتاب الأم" (۷/ ۲۷۱، ۲۷۲ طبع مصر) میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ لَوْ رَوىٰ عَنْ عَلِيٍّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ لِأَنَّهٗ لَمْ يَلْقَ وَاحِداً مِّنْهُمَا"

''ابراہیم نخعی اگر علی و عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کریں، تو وہ اُن سے قبول نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ وہ ان میں سے کسی ایک سے بھی نہیں ملے۔''

حضرت ابراہیم نخعی کے علاوہ اسی اثر کی سند میں ایک ابراہیم بن مرزوق ہے، جس کے بارے میں "التقریب" میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"عَمِيَ قَبْلَ مَوْتِهٖ فَكَانَ يُخْطِئُ وَلَا يَرْجِعُ"[1]

''وفات سے پہلے وہ نابینا ہو گئے تھے، وہ خطا کرتے تھے اور اس سے رجوع نہیں کرتے تھے۔''

اس قول میں وہ متفرد ہے، لہٰذا یہ قابلِ حجت و استدلال نہیں ہے۔ پھر اس اثر کے جو دو سیاق ہم نے ذکر کیے ہیں، ان میں سے پہلے میں ہے:

((إِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ))

''وہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔''

اس سیاق کی رو سے تو یہ اثر محلِ نزاع بننے ہی سے خارج ہے، کیوں کہ اس میں رکوع والی رفع یدین کا ترک مذکور ہی نہیں اور معروف قاعدہ ہے:

"عَدَمُ ذِكْرِ الشَّيْئِ لَا يَسْتَلْزِمُ عَدَمَهٗ"

---

[1] التقریب (ص: ٦٧)

”کسی چیز کا عدمِ ذکر اس کے عدمِ وجود کو لازم نہیں ہوتا۔“

اگر دوسرا سیاق لیا جائے تو اس میں ہے:

((کَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لَا یَرْفَعُ فِيْ شَيْئٍ مِنَ الصَّلَاةِ))

”حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔“

اس طرح تو تکبیرِ تحریمہ والی رفع یدین کی بھی نفی ہو جاتی ہے، حالاں کہ مانعین بھی اسے نہیں مانتے۔

اب ایسے آثار کو بھلا صحیح اور صریح مرفوع احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟

ملازمِ صحبت اور صاحبِ وسادہ ہونے کا ہوّا:

مانعینِ رفع یدین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اپنے حق میں پائی جانے والی روایاتِ مرفوعہ و موقوفہ بیان کرتے وقت ان کے ملازمِ صحبت بلکہ صاحبِ سفر و حضر و صاحبِ وسادہ و مَطہرہ ہونے کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہیں، حالاں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی کئی مسائل ایسے ہیں، جنھیں مانعین نے بھی نہیں مانا، جیسا کہ کتاب الآثار میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تین مسئلے ہم نہیں مانتے:

① تین آدمی ہونے کی صورت میں امام کا ان کے درمیان کھڑے ہونا۔

② رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر گھٹنوں کے درمیان رکھنا۔

③ اذان و اقامت کے بغیر نماز پڑھنا اور اردگرد کے لوگوں کی اذان و اقامت پر اکتفا کرنا۔[1]

[1] کتاب الآثار لإمام محمد بحواله التحقيق الراسخ (ص: ١٣٩)

ان تین مسائل کے علاوہ ایک چوتھا مسئلہ حلّت وحرمتِ متعہ کا بھی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حلّتِ متعہ مروی ہے، جب کہ جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہونے کی وجہ سے خود مانعین اسے بھی نہیں مانتے۔

پانچواں مسئلہ یہ کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورت کو چھونے اور بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر مانعین اسے بھی قبول نہیں کرتے۔[1]

ان سب مسائل میں جب حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو چھوڑا جا سکتا ہے اور ان کا ملازمِ صحبت ہونا، صاحبِ سفر وحضر ہونا اور صاحبِ وسادہ ومَطہرہ ہونا متاثر نہیں ہوتا تو پھر صرف رفع یدین کے مسئلے ہی میں کیوں ہوگا؟ کیا وہ مسئلۂ رفع یدین کے وقت ہی ملازمِ صحبت تھے، باقی میں نہیں؟ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْنَا فِی الدِّیْنِ.

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوے کو جب ان تمام مسائل میں چھوڑا جاسکتا ہے تو پھر کسی دوسرے مسئلے (رفع یدین وغیرہ) میں اِنھی وجوہات واسباب کی بنا پر چھوڑ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

5 اثرِ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما:

اسی سلسلے میں ایک اثر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، جسے امام طحاوی نے معانی الآثار میں، امام ابنِ ابی شیبہ نے "المصنف" میں اور امام بیہقی نے "معرفة السنن و الآثار" میں روایت کیا ہے، اس میں امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِي التَّکْبِیْرَةِ الْأُوْلٰی مِنَ الصَّلَاةِ"[2]

"میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، وہ نماز کی تکبیرِ اولیٰ

[1] كتاب الآثار لإمام محمد بحواله التحقيق الراسخ (ص: ١٣٩)

[2] طحاوي بحواله التحقيق الراسخ (ص: ١٤٢) تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٨) المرعاة (٢/ ٢٦٦)

کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔‘‘

ایسے ہی موطا امام محمد میں عبدالعزیز بن حکیم کا بھی قول ہے:

’’رَأَیْتُ ابْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِذَاءَ أُذُنَیْهِ فِيْ أَوَّلِ تَکْبِیْرَۃِ افْتِتَاحِ الصَّلَاۃِ، وَ لَمْ یَرْفَعْهُمَا فِیْمَا سِوَی ذٰلِكَ‘‘[1]

’’میں نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے کہ وہ آغازِ نماز میں تکبیرہ اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔‘‘

یہ اثر سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے، کیوں کہ مجاہد کی روایت میں ابوبکر بن عیاش راوی ہے، جس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، اُسی وجہ سے وہ کثیر الغلط تھے، جیسا کہ امام ترمذی نے صراحت کی ہے۔[2]

حتی کہ علامہ عبدالحی حنفی نے ’’التعلیق الممجد‘‘ میں لکھا ہے کہ امام طحاوی والے طریق میں ابوبکر بن عیاش ہے، جو متکلم فیہ ہے اور اس کی روایت دوسرے ثقہ راویوں کی مرویات کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ امام بیہقی نے ’’معرفۃ السنن و الآثار‘‘ میں اس اثر کو لاکر لکھا ہے کہ امام بخاری نے کہا ہے:

’’ابوبکر بن عیاش کا آخری عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا۔‘‘[3]

امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ ابوبکر پہلے تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرسلاً اور موقوفاً عدمِ رفع کی روایت بیان کیا کرتے تھے اور ان سے وہی محفوظ بھی ہے، جب کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کی یہ روایت ثقہ راویوں کی مخالفت کی بنا پر خطا فاحش پر مبنی اور شاذ ہے۔[4]

---

[1] موطأ الإمام محمد (ص: ٩٣)

[2] التحقیق الراسخ (ص: ١٤٢)

[3] التعلیق الممجّد (ص: ٩٣) انھوں نے کئی وجوہ سے اپنے ہم مسلک لوگوں کا رد کیا ہے۔

[4] نصب الرایة و التعلیق الممجد أیضاً و المرعاة (٢٥/ ٢٦٦، ٢٦٧) تحفة الأحوذي (٢/ ١٠٩)

گویا حافظے کی خرابی کے نتیجے میں ابنِ عیاش نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بجائے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کہنا شروع کر دیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے علاوہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے اصحاب جیسے ربیع، لیث، طاؤس، سالم، نافع، ابو زبیر اور محارب وغیرہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے اثباتِ رفع یدین نقل کرتے ہیں، ایسے ہی دوسرے اصحابِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بھی اثبات نقل کرتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے اور اسی بات کی ایک دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ امام بخاری کے بقول، خود امام مجاہد رحمہ اللہ قائلینِ رفع یدین میں سے ہیں۔[1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی عدمِ رفع یدین والی اس روایت کے غیر صحیح ہونے کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کے راوی تھے، بلکہ خود بھی رفع یدین کے اس حد تک عامل تھے کہ اگر ان کے سامنے کوئی شخص رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتا تو وہ اسے کنکریاں مارا کرتے تھے، جیسا کہ ابھی قریب ہی نیز فریقِ اوّل کے دلائل کے ضمن میں حصہ اول میں باحوالہ یہ بات ذکر کی جا چکی ہے۔ اسی قسم کے امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام یحییٰ بن معین نے کہا ہے:

”اِنَّمَا حَدِیْثُ أَبِي بَکْرٍ عَنْ حُصَیْنٍ اِنَّمَا هُوَ تَوَهُّمٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ“[2]

”ابوبکر بن عیاش کا بیان کردہ اثر وَہم کا نتیجہ ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔“

یہ ابنِ معین وہ ہستی ہیں، جن کے بارے میں ”شرح نخبة الفکر“ میں حافظ ابنِ حجر نے نقل کیا ہے کہ ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

”کُلُّ حَدِیْثٍ لَا یَعْرِفُهُ ابْنُ مُعِیْنٍ فَلَیْسَ بِحَدِیْثٍ“

”ہر وہ حدیث جسے امام ابنِ معین رحمہ اللہ نہ جانتے ہوں، وہ حدیث ہو ہی

---

[1] جزء رفع الیدین للبخاري (ص: ٤٧، ٤٨، ٦٤، ٦٥)

[2] جزء رفع الیدین (ص: ٤٢، ٤٣، ٤٧، ٤٨، ٧٨، ٧٩)

نہیں سکتی۔‘‘

مولفِ ہدایہ شیخ مرغینانی نے بھی ”كتاب الأشربة“ میں اِن سے جرح نقل کی ہے اور علامہ عینی نے ”عمدة القاري“ میں امام ابن معین کی بہت مدح سرائی کی ہے۔[1]

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی اسی اثر کے بارے میں حافظ ابنِ حجر نے ”فتح الباري“ میں لکھا ہے کہ مانعین (احناف) نے اس اثر سے استدلال کیا ہے، جب کہ اس اثر کی سند پر اس کے ایک راوی ابو بکر بن عیاش کی وجہ سے طعن کیا گیا ہے، کیوں کہ آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور اگر اس سند کو صحیح بھی مان لیں، تب بھی صرف ایک مجاہد رحمہ اللہ کو چھوڑ کر حضرت سالم و نافع رحمہما اللہ اور دوسرے اصحابِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اُن سے رفع یدین کرنا نقل کرتے ہیں:

”وَالْعَدَدُ الْكَثِيْرُ أَوْلٰى مِنْ وَاحِدٍ، لَا سِيَّمَا وَهُمْ مُثْبِتُوْنَ وَهُوَ نَافٍ“[2]

’’بہ کثرت لوگوں کی تعداد ایک آدمی سے اولیٰ ہے، خصوصاً جب کہ وہ سب اثبات کا پتا دے رہے ہیں اور وہ اکیلے نفی کا۔‘‘

علامہ ابن الترکمانی ماوردی نے بھی سنن کبریٰ بیہقی کے حاشیے (الجوهر النقي) میں کہا ہے:

”وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ“[3]

’’اثبات کرنے والا، نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔‘‘

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کی تردید علامہ محمد معین سندھی نے بھی کی ہے، جس کی تفصیل ”دراسات اللبيب“ (ص: ۱۷۱) میں دیکھی جا سکتی ہے۔[4]

---

[1] دیکھیں: التحقيق الراسخ (ص: ۱۴۲)

[2] فتح الباري (۲/ ۲۲۰)

[3] الجوهر النقي (۱/ ۱۳۹)

[4] المرعاة (۲/ ۲۶۸)

امام مجاہد کے واسطے سے مروی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی طرح ہی عبدالعزیز بن حکیم کے واسطے والا اثر بھی ہے، جو موطا امام محمد کے حوالے سے ہم نے ذکر کیا ہے، اسے عموماً امام مجاہد والے اثر کی تائید و متابعت کے لیے پیش کیا جاتا ہے، جب کہ اس سند میں محمد بن ابان بہت ضعیف راوی ہے۔ امام احمد بن حنبل کے بہ قول وہ جھوٹ تو نہیں بولتا تھا، لیکن اس کے حافظے میں خرابی ضرور تھی۔ اسی لیے اکثر ائمہ نقد و جرح نے اُسے ضعیف شمار کیا ہے اور امام بخاری نے کہا ہے: یہ قوی نہیں تھا۔ "لسان المیزان" میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں: محمد بن ابان کوفی ثقہ نہیں تھا۔ ابنِ ابی حاتم نے کہا ہے: وہ ضعیف ہے اور امام ابو حاتم نے کہا ہے: وہ قوی نہیں، اس کی بیان کردہ حدیث لکھی تو جا سکتی ہے، لیکن وہ قابلِ حجت نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری نے تاریخ میں کہا ہے:

"اس کے حافظے میں کلام کیا گیا ہے، لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"[1]

غرض کہ یہ اثر بھی ضعیف اور شاذ ہونے کی وجہ سے نا قابلِ استدلال ہے۔

⑥ اثرِ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ:

اسی طرح "السنن الکبریٰ للبیهقي" میں حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا ایک مشترکہ اثر ہے، جس میں عطیہ عوفی کہتے ہیں:

((إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَ ابْنَ عُمَرَ كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا أَوَّلَ مَا يُكَبِّرَانِ، ثُمَّ لَا يَعُودَانِ))[2]

"حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم تکبیرہ اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے۔"

---

1. التعليق الممجّد (ص: ٩٣) تفصیل کے لیے دیکھیں: التحقيق الراسخ (ص: ٦٢، ٦٣، ١٤٢، ١٤٦)
2. المرعاة (٢/ ٢٦٥)

یہ اثر بھی ضعیف ہے، کیوں کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے استاد امام حاکم سے اس کے راوی عطیہ عوفی کے بارے میں نقل کیا ہے

"عَطِيَّةُ سَيِّئُ الْحَالِ" ''عطیہ بڑا برے حال والا ہے۔''

پھر دوسرے راوی سوار کے بارے میں کہا ہے:

"وَسَوَارُ أَسْوَأُ مِنْهُ" ''اور سوار اس سے بھی ابتر ہے۔''

امام بخاری فرماتے ہیں:

"سَوَارُ بْنُ مُصْعَبٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ"

''سوار بن مصعب منکر الحدیث ہے۔''

یحییٰ بن معین کہتے ہیں:

"إِنَّهُ غَيْرُ مُحْتَجٍّ بِهِ"[1] ''وہ قابلِ حجت نہیں ہے۔''

نیز یہ اثر اُس اثر کے بھی مخالف ہے، جس میں امام بیہقی نے امام عطا سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابنِ عمر، حضرت ابو سعید خدری ، حضرت ابن عباس ، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کو تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ اور رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔[2]

اگر چہ اس کی سند میں ''لیث بن ابی سلیم'' ایک مختلف فیہ راوی ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ایک دوسرے اثر کے بارے میں ہم تفصیل ذکر کر آئے ہیں۔[3]

---

[1] نصب الراية (١/ ٤٠٦) المرعاة (٢/ ٢٦٥)

[2] سنن البيهقي بحواله المرعاة (٢/ ٢٦٥)

[3] دیکھیں: اثر نمبر (٥)

آثارِ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ :

مانعینِ رفع یدین اپنی تائید میں تابعینِ کرام اور تبع تابعینِ عظام رحمہم اللہ میں سے بھی بعض کے آثار پیش کرتے ہیں، جن کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے، جن میں سے چند آثار درجِ ذیل ہیں:

1 زیرِ بحث راوی ابوبکر بن عیاش سے ایک اثر امام طحاوی نے "معاني الآثار" میں نقل کیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ فَقِیهاً قَطُّ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِيْ غَیْرِ تَکْبِیْرِ التَّحْرِیْمَةِ"[1]

''میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا، جو تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کسی موقع پر رفع یدین کرتا ہو۔''

اس قول میں ابوبکر بن عیاش نے تھوک کے حساب سے فقہا کے رفع یدین نہ کرنے کا کہہ دیا ہے اور یہ تو آپ ابھی ہی تفصیلات پڑھ چکے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور یہ اختلاط کا شکار ہوگئے تھے اور عین امکان ہے کہ یہ اُسی زمانے کا قول ہو، ورنہ اس اثر یا قول کو "العرف الشذي" میں ذکر کرنے والے علامہ کاشمیری رحمہ اللہ نے خود اسی کتاب میں اعتراف کیا ہے کہ رفع یدین عملی تواتر کے ساتھ ثابت ہے، جس کا انکار کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور امام محمد بن نصر مروزی نے کہا ہے کہ تمام شہروں کے علماے کا رفع یدین کی مشروعیت پر اجماع ہے، سوائے اہلِ کوفہ کے۔[2]

صاحبِ "نور العینین" نے نقطہ اٹھایا ہے کہ احمد بن یونس، ان کے قبل از تغیرِ حافظہ کے شاگرد ہیں، لہٰذا ابن عیاش کے حافظے میں تغیر وضعف کا اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما

---

[1] اختلافِ امت (ص: ۱۲۵، ۱۲۹) اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ العرف الشذی اور اسے قوی قرار دیا ہے۔ تحفة الأحوذي (۲/ ۱۱۰)

[2] تحفة الأحوذي (۲/ ۱۱۱) اس کا ذکر شروع کتاب میں بھی گزرا ہے۔

کے اثر پر نہیں پڑتا اور احمد بن یونس ہی ابن عیاش کے اس قول کے راوی ہیں۔

اس بات کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ احمد بن یونس کے قبل اَز اختلاط سماع کا کیا ثبوت ہے؟ اب رہی تفصیل تو اس کے لیے "التحقیق الراسخ" (ص: ۱۴۳۔ ۱۴۴) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ اس شکل میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کی آخری عمر کا قول ہوگا، ورنہ مسئلے میں اختلاف ہونے کے باوجود مانعین میں سے بھی کتنے ہی علما و فقہا ہیں، جو نہ صرف رفع یدین والی احادیث کو مانتے تھے، بلکہ خود بھی رفع یدین کے قائل و فاعل گزرے ہیں، جن کا نام بہ نام تفصیلی ذکر ہم جزو اول کے شروع میں کر چکے ہیں، لہٰذا یہاں انھیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابو اسحاق بیان کرتے ہیں:

"كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهِمْ إِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ وَكِيعٌ: ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ"[1]

''حضرت عبد اللہ بن مسعود اور علی رضی اللہ عنہما کے ساتھی آغازِ نماز کے بعد رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اور وکیع نے کہا ہے: پھر وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس اثر کو صرف اس کے واضح مفہوم کی حد تک بھی نہیں رہنے دیا جاتا، بلکہ اسی سے یہ بھی اخذ کر لیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما خود بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، جب کہ خود ان کے آثار پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے، لہٰذا اسے دہرانے کی تو ضرورت نہیں، البتہ ابو اسحاق کے اثر میں وارد حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگردانِ علی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں عرض ہے کہ یہ ابو اسحاق کوفی ہیں۔

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٢٣٦) بحواله التحقيق الراسخ (ص: ١٤٦) نور العينين (ص: ٨٠) اختلافِ امت (ص: ١٢٨) دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

انھوں نے جن اصحاب اور شاگردان کو دیکھا ہوگا، وہ رفع یدین نہ کرتے ہوں گے، اس سے جملۂ اصحاب کا ترک تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا، پھر ان کے شاگردوں کے ترکِ رفع یدین پر اجماع کے دعوے کی کیا حقیقت رہ گئی؟

خصوصاً جب کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ عالم و فقیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں اور علامہ نیموی نے "آثار السنن" (ص: ۱۰۹) میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ وہ [حضرت حسن بصری رحمہ اللہ] خود رفع یدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "جزء رفع الیدین" میں ربیع سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے محمد بن سرین، حسن بصری، ابو نضرہ، قاسم بن محمد، عطا، طاوس، حسن بن مسلم، نافع اور ابن نجیح کو دیکھا کہ وہ سب نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔[1]

جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جیسے امام قائلینِ و فاعلینِ رفع یدین میں سے ہیں، تو شاگردانِ حضرت علی و ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ دعوائے اجماع غلط ہوگیا اور جب فعل و ترک میں اختلاف ہے تو پھر فعل راجح ہے، کیوں کہ اثبات نفی پر مقدّم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاگردانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محدثینِ کرام کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات کہیں تو وہ کچھ اصل رکھتی ہے، چناں چہ مقدمہ صحیح مسلم میں ہے:

"لَمْ يَكُنْ يَصْدُقُ عَلٰى عَلِيٍّ رضي الله عنه فِي الْحَدِيْثِ عَنْهُ اِلَّا مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اُن سے حدیث بیان کرنے میں صدوق نہیں ہیں، ہاں اگر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کریں تو

[1] جزء رفع اليدين للبخاري (ص: ٦٥، ٦٦)

دوسری بات ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے من گھڑت باتیں بھی لگاتے ہیں، جس کی تفصیل مقدمہ صحیح مسلم میں دیکھی جاسکتی ہے، لہٰذا مانعین کے ذمے ضروری ہے کہ وہ بہ روایت شاگردانِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان سے ترکِ رفع یدین نقل کریں اور صحیح سند سے نقل کریں، ورنہ ضعیف سند تو ویسے ہی ناقابلِ حجت ہوتی ہے۔

اسی اثر کے سلسلے میں تیسری بات یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ معلوم نہیں اصحابِ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ میں سے کون کون رفع یدین نہیں کرتے تھے اور پھر نامعلوم شاگرد پتا نہیں کس درجے کے آدمی تھے؟ اب بھلا ایسے اثر سے ترکِ رفع یدین پر استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟[1]

ایسے ہی بعض دوسرے آثار بھی ہیں اور جو استنادی حیثیت یہاں ہے، وہی ان کی بھی ہے، بلکہ ان بقیہ آثار میں سے تو کتنے ہی ایسے بھی ہیں کہ خود علماے احناف نے بھی انھیں برائے استدلال ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے اوران کے ضعف کا اقرار کیا ہے، جیسے علامہ عبدالحی رحمہ اللہ اور دوسرے علما ہیں، انھوں نے اپنی تصانیف میں ان پر کافی بحث کی ہے۔ جب انھیں خود مانعین ہی چھوڑ چکے ہیں، تو ہم بھی یہاں ان سے صرفِ نظر کرنا چاہتے تھے، تاکہ بلا وجہ طوالت کا باعث نہ ہو، لیکن چونکہ اب حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''اختلافِ اُمت اورصراطِ مستقیم'' میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے پھر سے انھیں اٹھایا ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان آثار کو بھی نقل کر دیں اوران کے بارے میں مختصر سی گفتگو بھی ہوجائے۔

۳ مصنف ابن ابی شیبہ میں اسماعیل بیان کرتے ہیں:

''كَانَ قَيْسٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ

---

[1] دیکھیں: التحقیق الراسخ (ص: ١٤٦، ١٤٧)

ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا"[1]

''قیس نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے، پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔''

یہ ایک تابعی حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کا اثر ہے، جب کہ ہم متعدد مرفوع احادیث جو صحیح اسناد والی ہیں، باحوالہ ذکر کر آئے ہیں، ایسے ہی آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوالِ تابعین رحمہ اللہ بھی پیش کر چکے ہیں، جن میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور اثبات کے نفی پر مقدم ہونے کا قاعدہ معروف ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ ثابتہ اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں کسی تابعی کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ علامہ ابن قیم نے عملِ اہلِ مدینہ کو حجت قرار دینے والوں کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اَلسُّنَّةُ هِيَ الْعِيَارُ عَلَى الْعَمَلِ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عِيَاراً عَلَى السُّنَّةِ"[2]

''سنت کسوٹی ہے، کسی عمل کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی، عمل اس کے سنت ہونے یا نہ ہونے کی کسوٹی نہیں ہے۔''

۴ مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں اسود اور علقمہ رحمہما اللہ کے بارے میں مروی ہے:

"اَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا اِذَا افْتَتَحَا، ثُمَّ لَا يَعُوْدَانِ"[3]

''وہ آغازِ نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے اور پھر اسے دہراتے نہیں تھے۔''

یہ اثر بھی قابلِ حجت و استدلال نہیں ہے، کیوں کہ اس کی سند میں جابر جعفی ہے، جو مشہور کذاب راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"مَا رَأَيْتُ أَكْذَبَ قَطُّ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ"

''میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔''

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۲۳٦) اختلافِ امت (ص: ۱۲۸)

[2] مصنف ابن أبي شيبة (۱/ ۲۳۷)

[3] دیکھیں: صراطِ مستقیم (ص: ۲۰٦)

اگر یہ اثر سنداً صحیح بھی ہوتا تو مرفوع و متصل اور صحیح احادیثِ رسول ﷺ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

5 مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں سفیان بن مسلم جہنی بیان کرتے ہیں:

"كَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلٰى يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ شَيْئٍ إِذَا كَبَّرَ"[1]

''ابن ابی لیلیٰ تکبیرہ اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔''

اس اثر کی سند کو بھی حسن بلکہ صحیح تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی اس سے استدلال جائز نہیں، کیوں کہ مرفوع و متصل اور صحیح احادیث و آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

6 ایسے ہی مصنف ابن ابی شیبہ میں خیثمہ اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ کے بارے میں ہے:

"كَانَا لَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا اِلَّا فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ"[2]

''وہ نماز کے آغاز کے بعد رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔''

7 مصنف کے اسی صفحے پر ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"لَا تَرْفَعُ يَدَيْكَ فِي شَيْئٍ مِّنَ الصَّلَاةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحَةِ الْأُوْلٰى"[3]

''افتتاحِ نماز کے بعد کسی جگہ رفع یدین مت کرو۔''

8 مصنف ہی میں اُسی جگہ ابراہیم رحمہ اللہ کا دوسرا قول ہے:

"اِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ، ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِي مَا بَقِيَ"[4]

''ابتدائے نماز میں تکبیر کے وقت رفع یدین کرو، پھر باقی نماز میں کہیں

---

[1] مصدر سابق.

[2] مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٢٣٦)

[3] أيضاً.

[4] مصدر سابق.

بھی نہ کرو۔‘‘

9 مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں آیا ہے:

’’اِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا‘‘[1]

’’وہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔‘‘

اِن آثار کو مولانا لدھیانوی سے پہلے علما نے اپنی کتب میں جگہ نہیں دی، کیوں کہ اُن پر یہ بات کھل چکی تھی کہ ان آثار کو احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا، لیکن بعد میں آں جناب نے سنت کی آہنی دیواروں میں ان بودے ہتھیاروں سے نقب زنی کی کوشش فرمائی ہے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بنیاد پر قائم و مضبوط قلعے کو تابعین کے آثار کی پھونکوں سے مسمار کرنے کی سعی کی ہے، جو ان کے مقتدیوں میں تو شاید کامیاب شمار ہو، ورنہ درحقیقت ایسا نہیں ہے، کیوں کہ ان آثارِ تابعین کے لیے صحیح وصریح اور مرفوع و متصل احادیث و آثار کو ترک کرنے کی جسارت کوئی کوئی ہی کرسکتا ہے۔

10 خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے آثار کے ضمن میں ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کر آئے، جس کی تخریج اور حوالوں کی اب یہاں ضرورت نہیں، اسی کے آخر میں ایک راوی عبدالملک نے یہ بھی کہا ہے:

’’رَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ وَ اِبْرَاهِيمَ وَأَبَا اِسْحَاقَ لَا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ اِلَّا حِيْنَ يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ‘‘[2]

’’میں نے شعبی، ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا ہے کہ وہ آغازِ نماز کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔‘‘

---

[1] مصدر سابق.

[2] تخریج گزر چکی ہے۔

اس اثر سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، حالاں کہ جب اس اثرِ فاروقی کی سند ہی ضعیف اور نا قابلِ استدلال ہے، جیسا کہ اس بات کی مکمل تفصیل اثرِ فاروقی کے تحت ذکر کی جا چکی ہے تو پھر اِن حضرات کے آثار کی بھی تو وہی پوزیشن ہے، جو اس سند سے مروی خلیفۂ راشد رضی اللہ عنہ کے اثر کی ہے۔

اگر بالفرض اس سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ ان آثار پر تو عمل واجب ہے اور تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی احادیث قابلِ ترک ہیں؟

وجوہاتِ ترجیح کا ہوّا اور ان کا جائزہ:

بعض مانعینِ رفع یدین نے وجوہاتِ ترجیح کا کچھ ایسے انداز سے ہوّا کھڑا کیا ہے، گویا ثابت کر دکھایا ہے کہ ترکِ رفع یدین ہی راجح ہے، حالاں کہ حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے، جس کا اندازہ آپ سابقہ تفصیلات سے لگا ہی چکے ہوں گے۔ علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے ان وجوہات میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے ان کا خوب تجزیہ کیا ہے۔[1] انھوں نے اس سلسلے میں مانعین کی چال کا خوب علمی انداز سے توڑ کیا ہے، جب کہ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب ''صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت'' میں مولانا ابو اشبال شاغف بہاری صاحب نے بھی مولانا لدھیانوی کے جواب میں بڑی کام کی باتیں کہی ہیں۔ ذیل میں ہم ان دونوں کتابوں کے افادات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

مانعین کی طرف سے پیش کی جانے والی پہلی وجہ ترجیح:

پہلی وجہ ترجیح کے طور پر مانعین میں سے بعض اہلِ علم نے شرح موطا میں اور انھی سے نقل کرتے ہوئے صاحبِ ''اختلافِ امت'' نے لکھا ہے کہ ترکِ رفع یدین

[1] المرعاۃ (۲/ ۲۷۰۔ ۲۸۶)

اوفق بالقرآن ہے، کیوں کہ قرآن میں خشوع فی الصلاۃ کی مدح کی گئی ہے اور ترکِ رفع یدین خشوع ہے، لہٰذا یہی قرآن کے زیادہ موافق ہوا۔[1]

جواب:

اس کا جواب بالتفصیل پہلے ہی جزو اول میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآنی آیت: ﴿قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ غزوۂ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی اور صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے بعد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابن عمر، مالک بن حویرث اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث گزری ہیں۔ اگر ترکِ رفع یدین اوفق بالقرآن ہوتا تو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر مواظبت اور ہمیشگی نہ کرتے، کیوں کہ وہ سب سے زیادہ قرآن جاننے والے تھے، پھر یہ وجۂ ترجیح اس بنیاد پر قائم ہے کہ رفع یدین سکون وخشوع کے منافی ہے، جب کہ یہ اساس ہی باطل ہے، جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، کیوں کہ اگر رفع یدین سکون وخشوع کے منافی ہے تو تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ والی رفع یدین اور تکبیراتِ عید و جنازے کے ساتھ والی رفع یدین کا کیا جواب ہے؟

اس سب کچھ کے باوجود بھی ترکِ رفع یدین ہی کو اوفق بالقرآن قرار دینا قرآن فہمی کا ایسا نادر نمونہ ہے کہ بقولِ علامہ اقبال: ''خدا و جبریل و مصطفیٰ ﷺ کو بھی حیرت میں ڈال دیا ہے۔''[2]

دوسری وجۂ ترجیح:

تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنّت ہے اور باقی جگھوں والی رفع یدین مختلف فیہ، لہٰذا ہم نے متفق علیہ کو اختیار کر لیا ہے اور مختلف فیہ کو ترک کر دیا ہے۔

[1] المرعاۃ (۲/ ۲۷۰) اختلافِ امت (ص: ۱۳۰)

[2] المرعاۃ (۲/ ۲۷۰) و صراط مستقیم (ص: ۲۰۹)

جواب:

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مسئلہ جب قرآن و سنت سے ثابت ہو جائے تو پھر لوگوں کے اختلاف یا اتفاق کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی، کیوں کہ عمل کتاب و سنت کے مطابق مطلوب ہے نہ کہ عوام الناس یا علما کی رائے کے مطابق اور تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا متفق علیہ اور مختلف فیہ کے عقلی گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہی نہیں اور اگر دلائلِ شرعیہ سے قطع نظر، مانعین صرف اِنھی مسائل کو اختیار کرنے کی ٹھان لیں، جو متفق علیہ ہیں اور مختلف فیہ مسائل کو ترک کر دیں تو روز روز کے بحث و مناظرے ہی ختم ہو جائیں، لیکن ایسے کہاں ہونے والا ہے؟ یہ تو صرف رفع یدین سے فرار کی ایک راہ ہے، ورنہ یہ امر ہمارے لیے باعثِ مسرّت ہوتا کہ آئے دن کی بحث و تکرار کو ختم کرنے کا فارمولہ (متفق علیہ پر عمل) اختیار کر لیا گیا ہے۔[1]

تیسری وجۂ ترجیح:

صاحب "الكوكب الدرّي" وغیرہ کی طرف سے تیسری وجۂ ترجیح یہ بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفع یدین تھا، کیوں کہ نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔[2]

جواب:

جہاں تک نبی مکرم ﷺ کے رفع یدین کو ترک کرنے اور آخری عمل (ترکِ رفع یدین) ہونے کا معاملہ ہے تو یہ بات ہم متعدد علماے احناف مثلاً شاہ ولی اللہ، علامہ محمد معین سندھی، علامہ عبدالحی "التعليق الممجد" (ص: ۹۱)، علامہ ابوالحسن

---

[1] المرعاۃ (۲/ ۲۷۰، ۲۷۱) صراطِ مستقیم (ص: ۲۰۹، ۲۱۰)

[2] المرعاۃ (۲/ ۲۷۱، ۲۷۲) و اختلافِ امت (ص: ۱۳۰)

سندھی اور علامہ انور شاہ کشمیری (نیل الفرقدین، ص: ٦٢) وغیرہ کے ان اقوال سے واضح کر چکے ہیں، جن میں انھوں نے فرمایا ہے کہ رفع یدین سند و عمل کے اعتبار سے متواتر ہے اور اس میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا اور امام طحاوی، علامہ ابن الہمام اور علامہ عینی کی بات کو بے دلیل قرار دیا ہے۔

جب خود مانعین کے اپنے علما نسخ کو نہیں مانتے تو پھر نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل ترک کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس ترک کے سلسلے کی احادیث بھی ضعیف اور ناقابلِ استدلال ہیں، جن کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیوں کی حقیقت پہچاننا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ حرکات وہ منع کی گئیں جو از قسم عادت تھیں، جیسے نماز میں چلنا اور بولنا وغیرہ، جب کہ رفع یدین امورِ عادت میں سے نہیں، بلکہ امورِ عبادت میں سے ہے، جو خشوع کے منافی نہیں، بلکہ خشوع کا باعث یا عین خشوع ہے اور اس میں کوئی تبدیلی ثابت نہیں، جیسا کہ مانعین کے اپنے علما کو اعتراف ہے۔[1]

چوتھی وجۂ ترجیح:

وجوہِ ترجیح کے سلسلے میں امام حازمی کے بیان کردہ بعض اصولوں کا بھی سہارا لیا گیا ہے، مثلاً یہ کہ انھوں نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ دو روایات میں سے جس کا راوی دوسرے سے حفظ و اتقان میں بڑھ کر ہو، وہ مقدم ہوگی اور اسی ضمن میں ایک مناظرے کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے۔[2]

جواب:

اس مناظرے کا سراسر وضعی و غیر صحیح اور روایت و درایت کے اعتبار سے

[1] المرعاۃ (٢/ ٢٧٠، ٢٧٢) صراطِ مستقیم (ص: ٢١٠، ٢١١)

[2] الاعتبار في الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازمي (ص: ١١) اختلافِ امت (ص: ١٣٠) المرعاۃ (٢/ ٢٧٢، ٢٧٣)

ناقابلِ قبول ہونا ثابت کیا جا چکا ہے، جس کی تفصیل ہم بھی آگے چل کر ''ایک مناظرہ'' کے مستقل عنوان کے تحت بیان کریں گے، ان شاء اللہ، جب کہ یہاں صرف اتنا کہنے پر ہی اکتفا کر رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے والوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمانِ غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم جیسے خلفاے راشدین اور عشرہ مبشرہ ہیں اور دیگر صحابہ ان پر مستزاد۔ دوسری طرف ترک والے (عَلٰی تَسْلِیْمِ صِحَّةِ الْحَدِیْثِ) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسری کوئی روایت ہی صحیح نہیں، جب کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی: ''سرکش گھوڑوں کے دُموں کی طرح ہاتھ ہلانے والی'' روایت کا موضوع ہی دوسرا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ حفظ و اتقان میں خلفاے راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جمِ غفیر بڑھ کر ہے یا اکیلے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ؟![1]

پانچویں وجۂ ترجیح:

علامہ حازمی ہی سے نقل کیا جاتا ہے کہ ترجیحِ روایت کے لیے انھوں نے ایک اصول یہ بیان کیا ہے کہ دو راویوں میں سے جس راوی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرب حاصل ہو، اُس کی روایت مقدم ہوگی۔[2]

اسی بات کو کچھ مختلف انداز سے امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں بیان کیا ہے، جسے بعض دوسرے مانعین نے بھی نقل کیا ہے۔[3]

جواب:

اس کا جواب بھی دراصل چوتھی وجۂ ترجیح کے جواب میں گزر گیا ہے کہ

[1] المرعاة (۲/ ۲۷۲، ۲۷۶) صراطِ مستقیم (ص: ۲۱۱)

[2] الاعتبار (ص: ١٤) اختلافِ امت (ص: ۱۳۰، ۱۳۱)

[3] المرعاة (۲/ ۲۷۲)

خلفاے راشدین خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو سفر و حضر کے ساتھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار معروف ہیں، ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ تربیّت میں پلے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد و داماد تھے، یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے یا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ؟

چھٹی وجۂ ترجیح:

چھٹی وجۂ ترجیح بھی علامہ حازمی کے بیان کردہ اصولِ ترجیح ہی سے ماخوذ ہے کہ اگر ایک راوی کا اپنے شیخ سے دوسرے کی نسبت زیادہ تعلّق وصحبت رہی ہو تو اس کی روایت مقدم ہوگی۔[1]

جواب:

اس کا جواب بھی چوتھے اور پانچویں جواب میں آ گیا ہے۔

ساتویں وجۂ ترجیح:

کتاب الاعتبار میں بیان کردہ ایک اور اصول کو بھی وجۂ ترجیح بنایا گیا ہے، جس میں علامہ حازمی نے بیان کیا ہے کہ جب دو حدیثوں کے راوی حفظ و اتقان میں تو برابر ہوں، البتہ ان میں سے ایک راوی دوسرے سے زیادہ فقیہ اور مسائل و احکام کو زیادہ جاننے والا ہو تو اس کی روایت اولیٰ ہوگی۔[2]

اس کے ضمن میں امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کے مابین ایک مناظرہ بھی دکھایا جاتا ہے، جیسا کہ متعدد کتب میں مذکور ہے، جن کے نام، مولفین اور اس مناظرے کا روایت و دِرایت ہر دو اعتبار سے تجزیہ و تذکرہ ہم آگے چل کر مستقل عنوان ''ایک مناظرہ'' کے تحت کریں گے، ان شاء اللہ۔

---

[1] الاعتبار (ص: ۱۴) اختلافِ امت (ص: ۱۳۱)

[2] الاعتبار (ص: ۱۷) اختلافِ امت (ص: ۱۳۱)

جواب:

اس مناظرے کی تفصیلات سے قطع نظر یہاں صرف یہ بات پیشِ نظر رکھیں کہ کسی بھی اعتبار سے حضرات خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کی احادیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مقابلے میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ خصوصاً جب کہ انھیں شامل کر لینے سے رفع یدین کی سنیّت کو بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد پچاس (۵۰) کو پہنچ جاتی ہے۔ کیا ان سب کے مقابلے میں بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہی أَفْقَهُ ہیں؟

ایمان کی روشنی میں فیصلہ خود فرما لیجیے اور اہلِ علم کا یہ فیصلہ بھی پیشِ نظر رہے کہ کتبِ حدیث میں سے کسی کتاب میں بھی کوئی ایسی مرفوع صحیح یا ضعیف صریح حدیث نہیں ہے، جو مواضعِ ثلاثہ (تکبیرِ تحریمہ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد) والے رفع یدین کی ممانعت کا پتا دیتی ہو۔[1]

آٹھویں وجہ ترجیح:

یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ احادیثِ رفع یدین میں اختلاف و اضطراب ہے، جب کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اضطراب سے پاک ہے، لہٰذا وہ مقدم ہوگی۔[2]

جواب:

یہ بھی خلافِ واقعہ بات ہے۔ جن امور کو اضطراب کہا گیا ہے، محدثینِ کرام اُسے اضطراب شمار ہی نہیں کرتے، البتہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث میں انھوں نے اضطراب واضح کیا ہے، جیسا کہ تفصیل اس حدیث کے جوابات کے ضمن میں ذکر کی جا چکی ہے۔[3]

---

[1] المرعاۃ (۲/ ۲۷۳)

[2] اختلافِ امت (ص: ۱۳۳)

[3] نیز دیکھیں: المرعاۃ (۲/ ۲۸۳، ۲۸۶)

نویں وجۂ ترجیح:

کسی حدیث میں رفع یدین کرنے کا حکم نہیں ہے اور جو ہیں، ان میں بھی تعارض ہے اور قولی حدیث کوئی نہیں، جب کہ اس کے برعکس رفع یدین کی ممانعت قولی حدیث میں وارد ہے اور جب قولی و فعلی احادیث میں تعارض آجائے تو قولی احادیث اولیٰ و مقدم ہوتی ہیں۔[1]

جواب:

یہ بھی محض ایک حیلہ سازی ہے، ورنہ فعلی احادیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ وہ سنداً و متناً اور عملاً تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، جیسا کہ تفصیل گزری ہے اور قولی حدیث، جس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، وہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی ہے، جس کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ رکوع کے وقت والے رفع یدین سے تعلق ہی نہیں رکھتی، بلکہ وہ تو سلام کے وقت ہاتھوں کو دائیں بائیں پھیرنے کی ممانعت سے تعلق رکھتی ہے، جس کے بارے میں دیگر محدثین کے اقوال سے قطع نظر صرف امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کے یہ الفاظ ہی کافی ہیں:

”وَلَا يَحْتَجُّ بِهٰذا مَنْ لَهٗ حَظٌّ مِّنَ الْعِلْمِ“

”جسے علم کا تھوڑا سا حصہ بھی حاصل ہے، وہ اس سے احتجاج و استدلال نہیں کرے گا۔“

غرض کہ کسی قولی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رفع یدین کی ممانعت کا دعویٰ کرنا، دعویٰ بلا دلیل اور افترا پردازی ہے۔[2]

---

[1] المرعاۃ (۲/ ۲۷۱) اختلافِ امت (ص:۱۳۳)

[2] المرعاۃ (۲/ ۲۷۱، ۲۷۲) صراطِ مستقیم (ص: ۲۱۳، ۲۱٤)

دسویں وجۂ ترجیح:

مانعین میں سے بعض نے کہا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے سوا دوسرے مقامات پر رفع یدین کرنا تعارضِ احادیث کی بنا پر سنّیت و نسخ کے مابین آجاتا ہے اور جب کوئی فعل سنت و بدعت کے مابین مختلف فیہ ہو تو اس کے بدعت ہونے کا پہلو راجح ہوگا۔ صاحب ''الکوکب الدّري'' نے کہا ہے کہ احتیاط ترک میں ہے، کیوں کہ اس کے منسوخ ہونے کی صورت میں اس پر عمل ایک منسوخ فعل پر عمل ہوگا اور ترک کرنا اس کے استحباب کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی ترکِ ادب ہے، جب کہ بدعت پر عمل کرنا ترکِ ادب سے بدتر ہے۔[1]

جواب:

یہ بھی محض اپنے دلائل میں ایک نمبر بڑھانے والی بات ہے، ورنہ اس کی سنّیت و استحباب ثابت ہے، حتیٰ کہ خود مانعین میں سے دسیوں علما و فقہا نے اس کی سنّیت کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ خود صاحب ''الکوکب الدّري'' نے بھی اس کے عدمِ نسخ کو مانا اور کہا ہے کہ اس کے جواز میں اختلاف نہیں ہے، جب کہ امام ابوبکر الجصّاص رازی، شاہ ولی اللہ، شیخ محمد معین سندھی، علامہ ابوالحسن سندھی، علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ عبدالحی لکھنوی کے اقوال جزو اول میں بالتفصیل ذکر کیے جا چکے ہیں، جن میں انھوں نے رفع یدین کی سنّیت و استحباب کو تسلیم کرتے ہوئے ترک کے بجائے اس پر عمل کرنے والے پہلو کو راجح قرار دیا ہے، لہٰذا کسی ایسے فعل کو بدعت گمان کرنا بھی گناہ، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بہ قول صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کے مترادف ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ بِدْعَةٌ فَقَدْ طَعَنَ فِي الصَّحَابَةِ فَإِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ

[1] بحواله المرعاة (٢/ ٢٧٢)

عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ تَرْكُهُ"

''جس نے اسے بدعت سمجھا، اس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن کیا، کیوں کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی ترکِ رفع یدین ہرگز ثابت نہیں ہے۔''

امام صاحب کے اس قول میں کوئی مبالغہ بھی نہیں، جیسا کہ تفصیلات سے پتا چل رہا ہے۔ احتیاط ثابت شدہ سنت کو اپنانے میں ہوتی ہے، نہ کہ اسے پسِ پُشت ڈالنے اور ترک کرنے، بلکہ اس کی مخالفت کا ارتکاب کرنے میں۔[1]

ان بعض اصولی قسم کی وجوہاتِ ترجیح میں توڑ پھوڑ کر کے مطلب نکالنے کی کوشش کے علاوہ مانعین نے کچھ قیاسی و نظری وجوہاتِ ترجیح بھی ذکر کی ہیں، جن کی حالت اول الذکر وجوہات سے بھی پتلی ہے اور ان کا مفصل جواب بھی علامہ عبید اللہ رحمانی نے دے دیا ہے، لہٰذا تفصیل کے طالب "المرعاة شرح المشكاة" (۲/ ۲۷۶۔ ۲۸۳) دیکھ سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

ایک مناظرہ:

مانعینِ رفع یدین وجوہاتِ ترجیح کے ضمن ہی میں ایک مناظرہ بھی بیان کرتے ہیں، جس کی طرف ہم چوتھی اور ساتویں وجۂ ترجیح کے ضمن میں اشارہ کر آئے ہیں، وہ مناظرہ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کے مابین دکھایا گیا ہے، جسے مسند الحارثی کے حوالے سے عقود الجواهر المنيفة في أدلّة مذهب الإمام أبي حنيفة (۱/ ٤٣)، جامع المسانيد للخوارزمي (۱/ ۳۵۲)، المبسوط للسرخسي، مناقب الإمام أبي حنيفة للكردي (۱/ ۱۷٤)، مناقب الإمام للموفّق (۱/ ۱۳۱)، فتح القدير شرح الهداية لابن الهمام، المرقاة شرح المشكاة للملا علي القاري، حاشیہ بخاری لمولانا احمد علی

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: المرعاة (۲/ ۲۷۲، ۲۷۳) صراط مستقیم (ص: ۲۱۵، ۲۲۵)

سهارنپوري، بحواله توضيح الكلام مولانا أثري (٣١٤/٢)، سيرت النعمان للعلّامة شبلى نعماني (١/ ٨٧)، نور العينين للمدرّس فتح پوری (ص: ٨٨) اور دیگر کتب میں نقل کیا گیا ہے، جس کا روایت و درایت ہر دو اعتبار سے تفصیلی تجزیہ تو علامہ محمد معین سندھی نے "دراسات اللبيب" (ص: ١٧٧۔ ١٨٥) میں، مولانا محمد عبدالعزیز رحیم آبادی نے "أحسن البيان" (ص: ٥٩۔ ٧١) میں، حافظ محمد محدّث گوندلوی نے "التحقيق الراسخ" (ص: ١٧٥۔ ١٨٣) میں، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے "التعليقات السلفية علىٰ سنن النسائي" (١/ ١٠٢) میں اور علامہ عبید اللہ رحمانی نے "المرعاة شرح المشكاة" (٢/ ٢٧٣۔ ٢٧٦) میں کر دیا ہے، ہم یہاں ان کا صرف خلاصہ پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

مناظرے کی روایت:

چنانچہ آیئے پہلے دیکھیں کہ روایت کے اعتبار سے اس مناظرے کی تفصیل کیا ہے؟ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تو امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین نہیں کرتے؟" امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا: "اس لیے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔"

امام اوزاعی رحمہ اللہ: "کیسے صحیح ثابت نہیں؟ جب کہ مجھ سے امام زہری نے سالم اور ان کے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے حدیث بیان کی ہے، جس میں ہے:

"إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَعِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ"

"نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم افتتاحِ نماز کے وقت اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر

اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔''

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: ''ہمیں حماد نے ابراہیم نخعی و علقمہ و اسود اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے حدیث بیان کی ہے، جس میں ہے:

''إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ''

''نبی اکرم ﷺ صرف افتتاحِ نماز کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر نہیں دہراتے تھے۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ: ''میں نے آپ کو الزہری عن سالم عن ابیہ کی سند سے حدیث سنائی ہے اور آپ اس کے مقابلے میں مجھے حماد عن ابراہیم کی سند سے حدیث سنا رہے ہیں؟''

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: ''کیوں کہ حماد رحمہ اللہ، زہری رحمہ اللہ سے، ابراہیم رحمہ اللہ، سالم رحمہ اللہ سے اور علقمہ رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فقاہت میں بڑھ کر تھے، اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابی تھے اور علقمہ رحمہ اللہ کو صحبت کا شرف حاصل نہیں تھا اور اسود بھی صاحبِ شرف و فضل تھے اور عبداللہ (ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ) تو عبداللہ ہیں۔''

اس پر امام اوزاعی نے خاموشی اختیار کر لی۔[1]

استنادی حیثیت:

اب آیئے دیکھیں کہ روایتِ مناظرہ کی استنادی حیثیت کیسی ہے؟

متاخرینِ حنفیہ میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہے، لیکن خود امام صاحب کے شاگردوں میں سے کسی نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ واقعہ حقیقتاً پیش آیا ہی ہوتا تو اور کوئی نہ سہی، امام محمد رحمہ اللہ تو اسے اپنے موطا یا کسی دوسری کتاب میں ذکر کرتے، مگر انھوں نے اور نہ کسی دوسرے نے اسے ذکر کیا۔ سیّد مرتضیٰ حسینی نے مسند حارثی سے نقل کرتے ہوئے

[1] التحقيق الراسخ (ص: ۱۷۵، ۱۷٦) التعليقات السلفية علىٰ سنن النسائي مولانا عطاء الله حنيف (۱/ ۱۰۲) المرعاة (۲/ ۲۷۳) حسن البيان (ص: ۵۹، ۷۱)

"عقود الجواهر المنيفة في أدلّة مذهب الإمام أبي حنيفة" (١/ ٤٣) میں اسے یوں ذکر کیا ہے:

"رَوَى الْحَارِثِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ زِيَادٍ الرَّازِيِّ ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الشَّاذَ كَوْنِيُ... الخ"

''حارثی نے اپنی مسند میں روایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سلیمان بن داود شاذکونی نے... الخ۔''

پھر آگے خود سید مرتضیٰ حسینی صاحب ہی نے لکھا ہے کہ ''سلیمان شاذکونی حافظ صحیح ہونے کے باوجود بہت ضعیف (وَاہٍ) ہے اور علامہ ابن الترکمانی نے "الجوهر النقی علیٰ البیهقي" (٢/ ٨٢) میں لکھا ہے کہ رازی نے کہا ہے: شاذکونی کوئی چیز نہیں، وہ متروک الحدیث ہے۔'' امام بخاری نے کہا ہے: ''وہ میرے نزدیک تمام ضعیف راویوں میں سے سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن معین نے ایک دفعہ کہا: ''وہ کوئی چیز نہیں ہے۔'' اور ایک مرتبہ کہا: ''وہ جھوٹ بولتا اور حدیثیں گھڑتا تھا۔''

خود صاحبِ مسند ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی پر بھی احادیث گھڑنے کا الزام ہے، چنانچہ علّامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تو "میزان الاعتدال" (٢/ ٧٤) میں لکھا ہے کہ حارثی فقیہ اور استاد کے لقب سے معروف تھے، البتہ امام ابن الجوزی نے ابو سعید رواس سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حارثی پر احادیث گھڑنے کی تہمت ہے اور احمد سلیمانی کہتے ہیں: ''حارثی ایک متن پر دوسری حدیث کی سند اور ایک سند پر کسی دوسری سند والی حدیث لگا دیا کرتا تھا، جب کہ یہ احادیث گھڑنے کی ایک قسم ہے۔''

حمزہ سہمی کہتے ہیں: ''میں نے ابو زرعہ رازی سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: ضعیف ہے۔'' امام حاکم نے کہا: ''وہ ثقہ راویوں سے عجیب وغریب اور

انوکھی قسم کی باتیں روایت کرتا ہے۔'' خطیب کہتے ہیں: ''وہ قابلِ احتجاج نہیں۔''

خلیلی کہتے ہیں: ''وہ استاد کے لقب سے معروف تھا اور اسی سلسلے (فقہ) میں اسے درک حاصل تھا، البتہ وہ لیّن تھا، محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ہمیں ملاخمی اور احمد بن محمد البصیر نے اس کے بارے میں عجیب وغریب باتیں بتائی ہیں۔'' علامہ ذہبی کہتے ہیں: ''حارثی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے ایک مسند جمع کی۔'' حافظ ابنِ حجر نے ''لسان المیزان'' (۳/ ۳٤۹) میں خلیلی سے تضعیفِ محدثین کے علاوہ یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے حارثی کو مدلّس قرار دیا اور خطیب سے اس کے ناقابلِ احتجاج ہونے کے علاوہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ عجیب وغریب اور منکر روایات بیان کیا کرتا تھا اور قابلِ حجت نہیں ہے۔

غرض کہ ماہرینِ علمِ حدیث نے اس مناظرے کو سند کے اعتبار سے شاذ کونی کا من گھڑت قصہ قرار دیا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے شاگرد علامہ محمد معین سندھی نے ''دراسات اللبیب'' میں بڑا طویل رد لکھا ہے اور جس طرح دیگر اہلِ علم نے بیان کیا ہے کہ اس مناظرے کے قصے کو امام محمد اور دیگر تلامذہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نقل نہیں کیا، اسی طرح علامہ سندھی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس قصے میں کوئی جان ہوتی تو اسے علامہ زیلعی ''نصب الرایة في تخریج الهدایة'' میں ضرور نقل کرتے، جہاں انھوں نے اس موضوع سے تعلق رکھنے والی روایات کو بالاستیعاب جمع کر دیا ہے۔

درایت یا عقلی دلائل کی رُو سے:

اس واقعے کے من گھڑت ہونے کے ان نقلی دلائل کے علاوہ کئی عقلی دلائل کی رُو سے درایتاً بھی اسی بات کا پتا چلتا ہے، مثلاً:

1. امام صاحب نے ترجیح کی بنیاد فقاہتِ راوی پر رکھی ہے، جب کہ یہ چیز صرف روایت بالمعنیٰ سے تعلق رکھتی ہے، کیوں کہ اس میں الفاظ کے مدلولات کی

معرفت اور عدمِ معرفت کی بات ہوتی ہے، جب کہ رفع یدین کا مسئلہ اس سے خارج ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اقوال کو بیان کرنے والوں میں فقاہت باعثِ ترجیح ہوسکتی ہے، آپ ﷺ کے افعال و احوال اور تقاریر کو بیان کرنے والوں میں نہیں اور رفع یدین افعال میں سے ہے نہ کہ اقوال میں سے اور اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام رازی نے لکھا ہے:

"أَيُّ مَدْخَلٍ لِلتَّفَقُّهِ فِي الْأُمُورِ الْحِسِّيَّةِ؟"

''حِسّی امور (افعال) میں تفقّہ کا کیا دخل ہے؟''

۲ امام صاحب نے پہلے تو یہ کہا کہ اس سلسلے کی کوئی حدیث صحیح سند سے ثابت نہیں، حالاں کہ وہ موقع اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش فرماتے، کیوں کہ مانعین کی عدمِ رفع کی دلیل وہ حدیث ہے نہ کہ رفع یدین کرنے کے بارے میں کسی حدیث کا عدمِ ورود۔

۳ پھر انھوں نے حدیثِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے معارضے میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش فرمائی تو گویا انھوں نے رفع یدین کرنے کے بارے میں کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کی رائے ظاہر کرنے کے بعد اس بات کا بھی اعتراف کر لیا کہ حدیثِ رفع یدین صحیح ہے، ورنہ وہ اسے ضعیف قرار دیتے، مگر ایسا نہیں ہوا، جب کہ یہ صریح تناقض بنتا ہے۔

یہ تینوں باتیں ہی ایسی ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے صاحبِ علم و فضل اور زیرک انسان کے شایانِ نشان ہی نہیں۔ عقل ہی نہیں مانتی کہ اتنا دور رس اور دور اندیش امام ایسی باتیں کہے گا اور وہ بھی امام اوزاعی رحمہ اللہ جیسے چوٹی کے امام سے مناظرہ کرتے ہوئے؟ پھر ستم یہ کہ ایسی باتوں کے جواب میں امام اوزاعی لاجواب ہو جائیں، جو فی نفسہٖ مدِمقابل سے صادر ہونے کے بھی لائق نہیں ہیں۔

④ پھر ایسی ہی ناقابلِ یقین سی بات یہ بھی کہہ دی کہ حدیثِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے راوی حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رواۃ سے "أَفْقَهُ" ہیں، جب کہ اگر فقاہت سے مراد فہم و ذکا اور قوتِ استنباط و استخراج ہے تو کتب اسماء الرجال شاہد ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ، حماد رحمہ اللہ سے، سالم رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما علقمہ رحمہ اللہ واسود رحمہ اللہ سے بدرجہا "اَفْقَه" ہیں اور ان کے شرفِ صحابیت کا تو کوئی نعم البدل ہی نہیں ہے۔

⑤ فقاہت ہی کو وجہ ترجیح قرار دینا ہو تو مقابلے فقیہ و غیر فقیہ میں ہوتا ہے نہ کہ فقیہ و افقہ میں۔ ظاہر ہے کہ امام زہری و سالم رحمہما اللہ میں سے کسی کو بھی تو کوئی غیر فقیہ نہیں سمجھتا، جب کہ دراصل وہ افقہ ہیں، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے، لہٰذا ترجیح حدیثِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو ہونی چاہیے، کیوں کہ اس کی سند عالی و صحیح تر ہے، اس کے راوی افقہ ہیں اور وہ مثبت ہے نہ کہ حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو، جس میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے "التحقیق الراسخ" (ص: ۱۷۹۔ ۱۸۱) میں ان دونوں حدیثوں کے رجال و رواۃ میں باہمی تقابل کا نقشہ دیا ہے، جو کتبِ رجال کے حوالے سے تیار کیا گیا ہے، اُسے ہم یہاں مِن وعَن نقل کر رہے ہیں، تاکہ قارئین کے لیے باعثِ اطمینان ہو۔

تقابل رجالِ سند حدیث ابن عمر و حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہم:

رجالِ سند حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما:

① زہری۔قرشی:

"اَلْفَقِيْهُ الْحَافِظُ مُتَّفَقٌ عَلٰی جَلَالَتِهٖ وَاِتْقَانِهٖ وَهُوَ مِنْ رُؤَسَاءِ الطَّبَقَةِ الرَّابِعَةِ" (تقریب)

رجالِ سند حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

① حماد۔کوفی:

"اَلْفَقِيْهُ، صَدُوْقٌ لَهٗ أَوْهَامٌ مِنَ الْخَامِسَةِ." (تقریب)

یعنی امام زہری فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں، ان کی عظمت و شانِ حفظ و اتقان پر اتفاق ہے، چوتھے طبقہ والوں کے سرداروں میں سے ہیں۔

② سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

أَبُوعَبْدِ اللّٰهِ الْمَدَنِيُّ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ، وَكَانَ ثَبْتاً عَابِداً فَاضِلًا كَانَ يُشْبِهُ بِأَبِيهِ فِي الْهُدىٰ وَالسَّمْتِ مِنْ كِبَارِ الثَّالِثَةِ. (تقریب)

یعنی حماد کوفے کا، سچا تو ہے مگر وہمی ہے، پانچویں طبقہ کا ہے۔

وَعَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِي حَمَّادٌ بِحَدِيثٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ ، وَكَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ. (میزان الاعتدال)

''یعنی اعمش کہتے ہیں: حماد ثقہ نہ تھا۔''

وَقَالَ الْأَعْمَشُ مَرَّةً: ثَنَا حَمَّادٌ، وَمَا كُنَّا نُصَدِّقُهُ.

''وہی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی، لیکن ہم اس کو سچا نہیں جانتے تھے۔''

② ابراہیم نخعی کوفی:

أَحَدُ الْأَعْلَامِ، يُرْسِلُ عَنْ جَمَاعَةٍ، وَقَدْ رَأَى زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَغَيْرَهُ، وَلَمْ يَصِحَّ لَهُ سَمَاعٌ مِنْ صَحَابِيٍّ، وَقَدْ قَالَ فِيهِ الشَّعْبِيُّ: ذَاكَ الَّذِي يَرْوِي عَنْ مَسْرُوقٍ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئاً، قُلْتُ:

یعنی سالم، عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے فقہائے سبعہ [مدینے کے سات بڑے بڑے فقہا] میں سے ایک ہیں۔ ثقہ، عابد اور فاضل شخص تھے۔ سیرت میں اپنے باپ کے مشابہ تھے۔ تیسرے طبقے کے بڑے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ: أَصَحُّ الْأَسَانِيْدِ كُلِّهَا، الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ عَنِ أَبِيْهِ.

ابن اسحاق کہتے ہیں: سب سے صحیح سند، زہری عن سالم عن عبداللہ ہے۔ (خلاصہ)

رہا علقمہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ! یہ اور بھی پر لطف ترجیح ہے! بھلا ابن عمر رضی اللہ عنہما پر علقمہ رحمہ اللہ کی ترجیح کوئی عقل مند باور کر سکتا ہے؟ کیوں کہ علقمہ تابعی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابی وفقیہ مشہور!

”وَكَانَ لَا يُحْكِمُ الْعَرَبِيَّةَ رُبَّمَا لَحَنَ، وَنَقَمُوا عَلَيْهِ قَوْلَهُ: لَمْ يَكُنْ أَبُوْهُرَيْرَةَ فَقِيْهاً، وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ كَبِيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَرْوٰى بِحَدِيْثٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ“ (میزان)

نخعی، بڑے لوگوں سے ہیں، ایک جماعت سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں، کسی صحابی سے نہیں سنا، شعبی کہتے ہیں: یہی وہ شخص ہے، جو مسروق سے بغیر سنے روایت بیان کر دیا کرتا ہے۔

علامہ (ذہبی) فرماتے ہیں: عربی میں کچا تھا، بیشتر غلطی کر جاتا۔ لوگوں نے اس کے اس قول پر سخت ناراضی واعتراض کیا ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہ تھے“ یونس اعمش سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ ابراہیم سے زیادہ اَن سنی احادیث بیان کرتا ہو۔

علامہ ذہبی کا فیصلہ یہ ہے:

قُلْتُ اِسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلٰی أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حُجَّةٌ وَأَنَّهٗ، إِذَا أَرْسَلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ وَغَيْرِهٖ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِحَسَنٍ. (میزان)

''یعنی بات یہ ٹھہری کہ ابراہیم حجت تو ہے، مگر جب ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مرسل روایت بیان کریں تو وہ ٹھیک نہیں ہوتی۔''[1]

دیکھو زہری مدینہ طیبہ کے عالم، قریشی اولادِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت علمائے حجاز کے شاگرد، خود فقیہ، محدث اور حماد کوفی، نخعی کوفی کے شاگرد، نہ خود حجازی نہ حجازی کے شاگرد مجرد فقیہ، بھلا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ حماد، زہری سے زیادہ سمجھ دار تھے؟ حماد ویسے بھی وہمی اور حسبِ قولِ اعمش کوفی ثقہ بھی نہیں اور زہری حافظِ حدیث![2]

جب کہ مولانا محمد عبد العزیز رحیم آبادی نے اپنی کتاب ''حسن البیان'' (ص: ۵۹۔ ۷۱) میں اس مناظرے کا درایت کے اعتبار سے جو جائزہ پیش فرمایا ہے، اس میں انھوں نے (ص: ۶۲۔ ۶۶) اس تقابل وموازنۂ رواۃ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔[3]

---

[1] اگر کوئی کہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابراہیم کی مرسلات مطلقاً مقبول ہیں، اسی طرح چند دیگر کبار اہلِ علم نے بھی فرمایا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مطلقاً مقدم ہے۔ اغلب ہے کہ امام احمد وغیرہ کو ابراہیم کے ثقہ وغیر ثقہ سے روایت لینے کا علم نہ ہو، دوسرے لوگ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ ہر ایک سے روایت لے لیا کرتا تھا، چناں چہ امام بیہقی نے ''کتاب القراءۃ'' میں صاف اسی امر کی تصریح کی ہے، لیکن اُسی بات کو مدِنظر رکھ کر حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ فیصلہ فرمایا جو بالکل بجا ہے اور امام شافعی کا فیصلہ بابت روایت ابراہیم نخعی از ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ''کتاب الأم'' سے گزر چکا فَانْظُرْهُ. اسی کے قریب قریب حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی ''فتح الباري'' میں لکھا ہے۔ (التحقیق الراسخ)

[2] التحقیق الراسخ (ص: ۱۷۹، ۱۸۰)

[3] حسن البیان (ص: ۵۹، ۷۱)

مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے "التعليقات السلفيّة" (۱/ ۱۰۲) اور علامہ عبید اللہ رحمانی نے "المرعاة" (۲/ ۲۷۵۔ ۲۷۶) میں، علامہ محمد معین سندھی کے کلام کا طویل اقتباس نقل کر دیا ہے، جسے ان سے مختصر انداز کے ساتھ حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی "التحقيق الراسخ" (ص: ۱۸۲۔ ۱۸۳) میں دے دیا ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً.

الغرض یہ ہیں مانعینِ رفع یدین کے وہ دلائل جن پر بڑا ناز کیا جاتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی صحت و صلاحیت ثابت کرنے کی سعی کی جاتی ہے، حالاں کہ آپ سابقہ تفصیلات کی رو سے بہ آسانی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان احادیث و آثار میں سے کوئی بھی صحیح وصریح نہیں، جو صحیح ہے، وہ صریح نہیں اور جو صریح ہے، وہ صحیح نہیں کہ حجت بن سکے۔ لے دے کر ایک حدیثِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہے جسے بعض محدثین نے حسن و صحیح کہا ہے، جب کہ اکثریت نے اس کو بھی ضعیف مانا ہے اور جہاں جرح و تعدیل میں اختلاف ہو اور جرح بھی مفسر ہو تو جرح، تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔[1]

بہ صورتِ تسلیم بھی تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی احادیث کو اس ایک حدیث کے لیے نہیں چھوڑا جا سکتا، ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت بلکہ اجماع ہے کہ وہ رفع یدین کی سنیّت کو مانتے تھے اور اس پر عمل پیرا تھے۔ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں سے بھی اکثریت رفع یدین کی قائل و فاعل ہے۔

لہٰذا مسئلہ بالکل واضح ہے کہ رفع یدین کے سلسلے میں اس کی سنیّت کے قائلین کا پلّہ ہی بھاری ہے۔ نقلِ دلائل کے معاملے میں ہم نے اپنی کوشش کر دی ہے اور عمل یا ترک اب آپ کے اختیار میں ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ الْهَادِي إِلٰى سَوَاءِ السَّبِيلِ.

---

[1] التحقيق الراسخ (ص: ۱۸۰)

مصادر ومراجع

۱۔ القرآن الکریم۔

۲۔ الاعتبار في الناسخ و المنسوخ من الآثار للحازي طبع حمص (شام)

۳۔ إیضاح الأدلّة (طبع دوم) قاسمی، مولانا محمود الحسن، باہتمام مولانا حبیب الرحمن، توزیع فاروقی کتب خانہ، ملتان

٤۔ اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، طبع ماہنامہ بینات، کراچی۔

٥۔ أبکار المنن في تنقید آثار السنن للمبارکفوري طبع جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

٦۔ بدایة المجتهد، علامہ ابن رشد، طبع دار المعرفہ، بیروت

۷۔ بدائع الصنائع، علامہ کاسانی حنفی، طبع قدیم، مصر

۸۔ التقریب، حافظ ابن حجر عسقلانی، طبع ادارۃ نشر السنہ، ملتان

۹۔ التعلیق الممجد علی موطأ الإمام محمد، علامہ عبد الحی لکھنوی حنفی، طبع قدیمی کتب خانہ، ملتان

۱۰۔ التحقیق الراسخ بأن أحادیث رفع الیدین لیس لها ناسخ، حضرۃ العلام حافظ محمد محدّث گوندلوی

۱۱۔ تحفہ الأحوذي شرح سنن الترمذي، علامہ عبد الرحمن مبارکپوری، طبع بیروت

۱۲۔ التعلیقات السلفیة علیٰ سنن النسائي، مولانا عطاء اللہ حنیف، طبع مکتبہ سلفیہ، لاہور

۱۳۔ التمهيد شرح موطأ مالك، علامه ابن عبد البر، به تحقيق سعيد احمد اعراب، طبع مراكش
۱٤۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، توزیع جامعه سلفیه، فیصل آباد
۱۵۔ تذكرة الموضوعات، علامه ابن الجوزي
۱٦۔ تفسير ابن جرير طبري، بتحقیق علامه احمد شاکر، طبع بیروت
۱۷۔ التعليق المغني على سنن الدار قطني، علامة شمس الحق عظیم آبادی، طبع مدنی
۱۸۔ تهذيب معالم السنن، علامة ابن قيم، طبع بيروت
۱۹۔ جزء رفع الیدین امام بخاری (مترجم اردو)، مولانا خالد گرجاکھی، طبع إحياء السنة، گرجاکھ، گوجرانواله
۲۰۔ جزء رفع اليدين للسبكي مع جزء الإمام البخاري، طبع گرجاکھ أيضاً
۲۱۔ جزء رفع الیدین، مولانا خالد گھرجاکھی، طبع إحياء السنة، ایضاً
۲۲۔ الجوهر النقي على سنن البيهقي، ابن الترکمانی طبع بیروت
۲۳۔ جاء الحق و زهق الباطل المعروف فیصلۂ مسائل، مفتی أحمد یار گجراتی، طبع نعیمی کتب خانه، گجرات
۲٤۔ حسن البیان، علامه محمد عبد العزیز رحیم آبادی
۲۵۔ حجة الله البالغة، شاه ولی الله محدث دهلوی، طبع دار الاشاعت کراچی
۲٦۔ حجة الله البالغة مترجم اردو، مولانا عبد الحق حقانی
۲۷۔ الدراية في تخريج أحاديث الهداية، حافظ ابن حجر عسقلانی طبع مکتبه علمية، ملتان

۲۸۔ زاد المعاد، علامه ابن قیّم، بتحقیق الأرناؤوط، طبع حکومت قطر
۲۹۔ زینة الصلاة، مولانا عبد العزیز نورستانی، طبع جامعه اثریه، پشاور
۳۰۔ سنن أبي داود مع العون، طبع مدنی، بیروت
۳۱۔ سنن النسائي مع التعلیقات السلفیه، طبع لاهور
۳۲۔ سنن الترمذي مع التحفة، طبع مدنی، بیروت
۳۳۔ سنن الدارمي، به تحقیق ڈاکٹر مصطفی البغا، طبع مؤسسة علوم القرآن، بیروت وعجمان
۳٤۔ سنن البیهقي مع الجوهر النقي، طبع بیروت
۳۵۔ سنن الدارقطني مع التعلیق المغني، طبع مدنی
۳٦۔ سفرِ سعادت، علامه فیروز آبادی، ترجمه مولانا هدایت الله ندوی، سبحانی اکیڈمی، لاهور
۳۷۔ سیرت ابنِ هشام، به تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید، طبع بیروت
۳۸۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة، علامه البانی، طبع بیروت
۳۹۔ شرح السنة للبغوي، به تحقیق الأرناؤوط، طبع بیروت
٤۰۔ شرح صحیح مسلم، امام نووی، طبع بیروت
٤۱۔ شفاء الغلل شرح کتاب العلل فی آخر تحفة الأحوذی علامه عبدالرحمن مبارك پوری
٤۲۔ صحیح البخاري مع الفتح، امام بخاری، طبع دار الافتاء، الریاض
٤۳۔ صحیح مسلم مع النووي، امام مسلم، طبع بیروت
٤٤۔ صحیح سنن أبي داود، علامه البانی، طبع الریاض
٤۵۔ صحیح سنن الترمذي، علامه البانی، طبع الریاض

٤٦۔ صحیح سنن ابن ماجه، علامه البانی، طبع الریاض
٤٧۔ صحیح ابن حبان، الاحسان، بتحقیق الارناؤوط، طبع بیروت
٤٨۔ صحیح ابن خزیمة، بتحقیق ڈاکٹر مصطفی اعظمی، طبع الریاض
٤٩۔ صحیح الترغیب و الترهیب، علامه البانی، طبع الریاض
٥٠۔ صحیح الجامع الصغیر، علامه البانی، طبع الریاض
٥١۔ صلاة الرسول ﷺ، مولانا محمد صادق سیالکوٹی، تحقیق حافظ عبد الرؤف سندھو (طبع اول)
٥٢۔ صراطِ مستقیم اور اختلافِ امت، مولانا أبو الأشبال صغیر احمد بتعلیقات حافظ صلاح الدین یوسف
٥٣۔ صفة صلاة النبي ﷺ، علامه البانی، طبع بیروت و الریاض
٥٤۔ ضعیف الترمذي، علامه البانی، طبع بیروت
٥٥۔ عمدة القاري شرح صحیح البخاري، علامه عینی حنفی، طبع بیروت
٥٦۔ عون المعبود شرح سنن أبي داود، علامه عظیم آبادی، طبع مدنی، مطبوعه بیروت
٥٧۔ غنیة الطالبین (مترجم اردو)، شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ، طبع نفیس اکیڈمی، کراچی
٥٨۔ فتح الباري شرح صحیح البخاري، حافظ ابن حجر عسقلانی، طبع دار الافتاء، الریاض
٥٩۔ فقه الصلاة (جلد دوم) محمد منیر قمر، مکتبه کتاب و سنّت ریحان چیمه، سیالکوٹ
٦٠۔ فتح القدیر شرح هدایة، علامه ابن الهمام حنفی، طبع بیروت۔
٦١۔ الفتح الربانی ترتیب و شرح مسند احمد الشیبانی، علامه

احمد عبد الرحمن البنّا، طبع مصر
٦٢۔ فصل الخطاب، علامہ أنور شاہ کشمیری حنفی، مطبوع علی ہامش الکتاب المستطاب للمحدّث روپڑی، طبع لاہور
٦٣۔ الکتاب المستطاب، محدّث روپڑی، طبع الإدارۃ المحمدیة نشتر روڈ لاہور
٦٤۔ کتاب العلل، امام ترمذی في آخر تحفة الأحوذي
٦٥۔ کتاب القراءۃ للبیهقي (مترجم اردو)، مولانا خالد گھرجاکھی، طبع احیاء السنة گرجاکھ، گوجرانوالہ
٦٦۔ موطا الإمام محمد مع التعلیق الممجد، علامہ عبد الحی لکھنوی حنفی، طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی
٦٧۔ المرعاۃ شرح المشکاۃ، علامہ عبید اللہ رحمانی، طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ
٦٨۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل، بہ فهرس علامہ البانی، طبع سب رنگ کتاب گھر، دهلی
٦٩۔ مصنف ابن أبي شیبة، امام ابن ابی شیبہ، طبع الدار السلفیہ، بمبئی
٧٠۔ معالم السنن، للخطّابی، طبع بیروت
٧١۔ مسند الحمیدی، تحقیق مولانا خالد گرجاکھی، طبع اہلحدیث ٹرسٹ، کراچی
٧٢۔ محلیٰ، ابن حزم، تحقیق احمد شاکر، طبع مصر
٧٣۔ مشکاۃ المصابیح، تحقیق البانی، طبع بیروت
٧٤۔ مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ، مولانا ارشاد الحق اثری، طبع دار الدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۷۵۔ مجمع الزوائد، علامہ ہیثمی، طبع بیروت
۷۶۔ المنار المنیف، علامہ ابن قیم، تحقیق محمد مہدی استانبولی، طبع مصر
۷۷۔ مجموعة الرسائل المنیریة، طبع إحیاء التراث، بیروت
۷۸۔ المنتقیٰ مع النیل، طبع بیروت و مصر و الریاض
۷۹۔ المجموع شرح المہذّب، امام نووی، طبع بیروت و مصر
۸۰۔ ما لا بدّ منہ، علامہ ثناء اللہ پانی پتی حنفی
۸۱۔ نیل الأوطار، امام شوکانی، طبع مصر و بیروت و الریاض
۸۲۔ نصب الرایة في تخریج أحادیث الهدایة، علامہ زیلعی، طبع المجلس العلمی
۸۳۔ نتائج التقلید، مولانا محمد اشرف سندھو، طبع دہلی
۸۴۔ ہدایة اولین، طبع ملتان

جرائد و مجلّات

۸۵۔ ماہنامہ ''منار الاسلام'' حکومۃ الامارات، ابوظہبی
۸۶۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور۔
۸۷۔ ہفت روزہ ''الاسلام'' لاہور (ضم شدہ در ہفت روزہ ''اہلحدیث'')
۸۸۔ ہفت روزہ ''اہلحدیث'' لاہور۔
۸۹۔ ماہنامہ ''صراطِ مستقیم'' برمنگھم، برطانیہ۔